بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

شمارہ 49

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

17 ربیع الثانی 1442 ہجری قمری • 3 فتح 1399 ہجری شمسی • 3 دسمبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ○ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ اَیُّہَا النَّاسُ وَیَاۡتِ بِاٰخَرِیۡنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیۡرًا ○ (النساء: 133، 134)

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کارساز کے طور پر بہت کافی ہے۔ اگر وہ چاہے تو اے بنی نوع انسان! تمہیں نابود کردے اور کوئی دوسرے لے آئے۔ اور اللہ اس بات پر دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 27 نومبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

محض ڈاکٹروں یا علاج پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں، خدا چاہتا ہے کہ دوسرے عالم پر بھی ایمان پیدا ہو

نادان انسان جب شدید امراض میں مبتلا ہوتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے لیکن یونہی آزمائشی طور پر اسے مہلت ملتی ہے تو پھر ایک ایسا اصول قائم کرتا ہے اور ایسی چال چلتا ہے کہ گویا مرنا ہی نہیں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

وعیدی پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے ٹل سکتی ہیں

وعید کی پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے ٹل سکتی ہیں یہاں تک کہ دوزخ کا وعید بھی ٹل سکتا ہے۔ لوگ اس طرف رجوع کریں اور توجہ کریں تو اللہ تعالیٰ اس ملک اور خطے کو چاہے گا تو محفوظ رکھ لے گا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مگر فرماتا ہے قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ (الفرقان: 78) ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم میری بندگی نہ کرو تو پروا کیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں گلی گلی میں حکیم ہیں، ڈاکٹر موجود ہیں، شفاخانے کھلے ہیں وہ فوراً علاج کر کے اچھے ہوجائیں گے؟ مگر ان کو معلوم نہیں کہ خود بمبئی اور کراچی میں بڑے بڑے ڈاکٹر کتنے مبتلا ہو کر چل بسے ہیں؟ جو اس خدمت پر مامور ہو کر گئے تھے خود ہی شکار ہو گئے۔ یہ خدا تعالیٰ اپنے تصرفات کا مشاہدہ کراتا ہے کہ محض ڈاکٹروں یا علاج پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں۔ خدا چاہتا ہے کہ دوسرے عالم پر بھی ایمان پیدا ہو۔ اب لوگ زور لگا کر دکھاویں جس طرح انسان ایک بالشت بھر زمین کیلئے مرتا ہے، سازشیں کرتا اور مقدمات کی زیر باریاں اٹھاتا ہے کیا وہ خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی تعمیل نہ کرنے پر بھی ویسا ہی قلق اور کرب اپنے اندر پاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نادان انسان جب شدید امراض میں مبتلا ہوتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے لیکن یونہی آزمائشی طور پر اسے مہلت ملتی ہے تو پھر ایک ایسا اصول قائم کرتا ہے اور ایسی چال چلتا ہے کہ گویا مرنا ہی نہیں۔ معمولی امراض سے مرجانے پر بھی بہت تھوڑا اثر اب دلوں پر ہوتا ہے۔ دو تین روز تک برائے نام قائم رہتا ہے پھر وہی ہنسی مخول اور مُزخرفات، قبرستان میں جاتے ہیں اور مُردے گاڑتے ہیں مگر کبھی نہیں سوچتے کہ آخر ایک دن مر کر ہم نے بھی خدا کے حضور جانا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ معمولی اموات بھی اثر انداز نہیں ہوتی ہیں...... اس لئے خدا تعالیٰ نے دوسرا نسخہ اختیار کیا ہے اور طاعون کے ذریعہ لوگوں کو متنبہ کرنا چاہا ہے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 233-234، مطبوعہ قادیان 2018)

......☆......☆......☆......

قرآن کریم کے ذریعہ سب دنیا کے ساتھ جہاد کر جو سب سے بڑا جہاد ہے یعنی تبلیغ کا جہاد

اگر تیرہ سو سال میں بھی ساری دنیا میں اسلام نہیں پھیلا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ تلوار کُند تھی بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اس تلوار سے کام لینا چھوڑ دیا

جَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا کی تفسیر میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تُو ان کافروں کی باتیں نہ مان۔ بلکہ قرآن کریم کے ذریعہ سب دنیا کے ساتھ جہاد کر جو سب سے بڑا جہاد ہے یعنی تبلیغ کا جہاد جس کے قریب جانے سے بھی آجکل کے مسلمان کا دم گھٹتا ہے۔ وہ اس جہاد سے تو اس بہانہ سے بھاگتا ہے کہ اصل جہاد تلوار کا ہے اور تلوار کے جہاد سے اس لئے بھاگتا ہے کہ دشمن بہت طاقتور ہے مولوی فتویٰ دیتا ہے کہ اَے مسلمانو! بڑھو اور لڑو۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ اَے علماء کرام آپ آگے بڑھیں اور لڑیں کیونکہ آپ ہمارے لیڈر اور راہنما ہیں اور پھر دونوں اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگتے ہیں حالانکہ خدا نے ہمیں وہ تلوار دی ہے جسے کبھی زنگ نہیں لگ سکتا اور جو کسی لڑائی میں بھی نہیں ٹوٹ سکتی۔ تیرہ سو سال گزر گئے اور دنیا کی سخت سے سخت قوموں نے چاہا کہ اس تلوار کو توڑ دیں۔ اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اسے ہمیشہ کیلئے ناکارہ بنادیں مگر یہ تلوار اُن سے نہ ٹوٹ سکی۔ یہ وہ قرآن ہے جو خدا نے ہم کو دیا ہے اور یہ وہ تلوار ہے جس سے ہم ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ فرماتا ہے جَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا۔ تلوار کا جہاد اور نفس کے ساتھ جہاد اور دوسرے اور جہاد سب چھوٹے ہیں صرف قرآن کا جہاد ہی ہے جو سب سے بڑا اور عظیم الشان جہاد ہے۔ یہ وہ تلوار ہے کہ جو شخص اس پر پڑے گا اس کا سر کاٹا جائیگا اور جس پر یہ پڑے گی وہ بھی مارا جائیگا یا اسلام کی غلامی اختیار کر کے زندہ جاوید ہو جائیگا۔ اگر تیرہ سو سال میں بھی ساری دنیا میں اسلام نہیں پھیلا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ تلوار کُند تھی بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اس تلوار سے کام لینا چھوڑ دیا۔ آج خدا نے پھر احمدیت کو یہ تلوار دے کر کھڑا کیا ہے اور پھر اپنے دین کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر کئی نادان مسلمان احمدیت پر حملہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ احمدی جہاد کے قائل نہیں۔ اُنکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص غلیلے لے کر قلعے پر حملہ کر رہا ہو تو یہ دیکھ کر کہ غلیلوں سے قلعہ کب فتح ہو سکتا ہے کچھ اور لوگ توپ خانہ لے کر آجائیں مگر غلیلے چلانے والا بجائے اسکے کہ اُن کا شکریہ ادا کرے اُن پر اعتراض کرنا شروع کر دے کہ یہ لوگ غلیلے کیوں نہیں چلاتے۔ یہ نادان بھی اپنی نادانی کی وجہ سے اُس شخص کو جہاد کا منکر قرار دیتے ہیں جس نے اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔

(تفسیر کبیر، جلد 6، صفحہ 512 تا 513، مطبوعہ 2010 قادیان)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جو خطبہ کے دوران مسجد آئے تو وہ دو ہلکی رکعتیں پڑھ لے

(931) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن (مسجد میں) آیا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: (اٹھو) اور دو رکعتیں پڑھو۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں کہ خطبہ کے دوران میں کوئی نفل پڑھے بلکہ خطبہ سننے کے حکم کی تعمیل نوافل کی ادائیگی پر مقدم ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں: اگر تحیہ مسجد سے متعلقہ یہ نفل ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خطبہ کا سننا ان پر مقدم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے اثناء میں حضرت سُلیک غطفانیؓ سے کیوں فرماتے کہ دو نفل پڑھ لیں۔ آپؓ کا یہ ارشاد بتاتا ہے کہ دونوں حکم اپنی اپنی جگہ واجب التعمیل ہیں۔ ان میں کوئی تعارض نہیں۔ خطبہ کے دوران میں آنے والا اُس وقت سامعین میں سے شمار ہوگا جب وہ پہلے تحیہ مسجد پڑھنے کے حکم کی تعمیل کر لے۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الجمعۃ)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 13 نومبر 2020ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)

خطاب سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یو.کے 2008

خطاب برموقع جلسہ سالانہ بنگلہ دیش 2009

خطاب برموقع جلسہ سالانہ بنگلہ دیش 2010

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

اعلانات | خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ✡ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

رسالہ کرامات الصادقین کی مثل لانے پر مولوی محمد حسین بٹالوی کیلئے ایک ہزار روپے کا انعام

محمد حسین بٹالوی نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جھوٹ اور افترا سے بھرا ہوا ایک مضمون اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 15 نمبر 1 بابت ماہ جنوری 1893 میں شائع کیا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الزام لگایا کہ دروغ سے آپؑ کی کوئی تحریر خالی نہیں۔ آپؑ کی پیشگوئی سچی نہیں نکلی لہٰذا آپؑ کو ملہم، ولی، محدّث اور خدا کا مخاطب نہیں کہہ سکتے۔ جماعت کا نام جہلاء اور سفہاء کی جماعت رکھا اور لکھا کہ بعض مرید آپؑ کے شراب پیتے ہیں۔ آپؑ کو کذاب دجال اور مفتری قرار دیا اور لکھا کہ آپؑ کے رگ و ریشہ میں جھوٹ رچا ہوا ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات کو دیکھ کر کہا کہ کبھی جھوٹے مدعی کی بھی خدا تعالیٰ مدد کرتا ہے اور آپؑ کے نشانات کو رمل اور جفر کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نشانات قرار دیا۔

اس کے جواب میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ :

”یاد رہے کہ یہ الزام کچھ نئے نہیں خدا تعالیٰ کے نیک بندے جس قدر دنیا میں آئے بدطینتوں نے ان پر یہی الزام لگائے کہ یہ جھوٹے ہیں کذاب ہیں مفتری ہیں شہوت پرست ہیں مال خور ہیں۔ لیکن جب دنیا ان دونوں گروہ میں فیصلہ نہ کرسکے تب آخر اس نے جس کی نظر دلوں کے پاتال تک پہنچتی ہے اپنے آسمانی فیصلہ سے روز روشن کی طرح دکھلا دیا کہ کون کذاب اور کون صادق ہے۔“ (آئینہ کمالات اسلام رُوحانی خزائن جلد 5 صفحہ 597)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دراصل محمد حسین بٹالوی سے جو کچھ ظہور میں آرہا ہے وہ ان کے تکبر کی وجہ سے ہے جو اپنے آپ کو عالم اور میرے اصحابؓ کو جاہل قرار دیتے ہیں اور حقارت سے اُن کا نام لیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا :

”خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے پناہ میں رکھے جو کہ ابلیس کی چادر پہن کر اپنی نفسانی پندار سے ہمچو من دیگرے نیست کہتے پھریں اور اپنی کور باطنی سے دوسروں کی نکتہ چینی کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر یک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اسکے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا، جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اسکی نکتہ چینی کی اسلئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اسکی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔“ (ایضاً صفحہ 598)

مولوی محمد حسین کے غرور و تکبر کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اور ارشادات پیش ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بیان تصنع اور بناوٹ سے بالکل پاک عین اپنے محل پر ایک گہری حقیقت اور سچائی سے بھرپور بیان ہے۔ آپؑ نے فرمایا :

”بٹالوی صاحب کا رئیس المتکبرین ہونا صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا اس پر شہادت دے رہا ہے اور ساتھ ہی لوگ اس بات سے بھی حیران ہیں کہ یہ تکبر کس وجہ سے اور کس بنا پر ہے۔ مثلاً شیطان نے جو تکبر کیا تو اسکی یہ بنا تھی جو وہ اپنے تئیں نجیب الخلقت سمجھتا تھا اور خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ کا دم مار کر حضرت صفی اللہ پر خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ کی نکتہ چینی کرتا تھا۔ پس اگر حضرت بٹالوی صاحب اَوروں کی نسبت اپنے تئیں ایک خاص طور سے نجیب الطرفین خیال کرتے ہیں تو اسکا کوئی ثبوت دینا چاہئے اور کوئی ایک آدھ شہادت پیش کرنی چاہئے۔ اور اگر تکبر کی بنا کسی نوع کا علم ہے جو میاں شیخ الکل یا کسی اور سے حاصل کیا ہے تو اس کا بھی ثبوت چاہئے کیونکہ اب تک ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ کون سا علم انکو حاصل ہے آیا طبیب ہیں یا فلاسفر ہیں یا ہیئت دان ہیں یا منطقی یا ادیب یا حقائق اور معارف قرآن میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں یا امام بخاری کی طرح کئی لاکھ حدیث نوک زبان ہے اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو پھر بجز شیطانی تکبر کے اور کیا انکی نسبت ثابت ہوسکتا ہے۔“

آپؑ نے فرمایا : ”اب یاد رہے کہ تکبر کو جھوٹ لازم پڑا ہوا ہے بلکہ نہایت پلید جھوٹ وہ ہے جو تکبر کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ متکبر کا سب سے پہلے سر توڑتا ہے سو اسی طرح اب بھی توڑیگا۔“

آپؑ نے فرمایا : ”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ میاں بٹالوی کی جڑوں میں جھوٹ رچا ہوا ہے اور تکبر کی پلید سرشت نے اور بھی اس جھوٹ کو زہریلا مادہ بنا دیا ہے چونکہ شیطانی نخوت نے اپنا پورا پورا بوجھ ان پر ڈال دیا ہے اس لئے ایک زور کے ساتھ دروغ گوئی کی نجاست ان کے منہ سے بہ رہی ہے۔“ (ایضاً صفحہ 599)

آپؑ نے فرمایا : ”میں یہ حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اگر میرے مکرم و مخدوم دوست مولوی حکیم نورالدین صاحب بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَجْدِہٖ وَ عِلْمِہٖ وَ بَقَائِہٖ وَ رِزْقِ عِبَادِہٖ مِنْ نَفَحَاتِ فُیُوْضِہٖ وَ بَرَکَاتِ نُوْرِہٖ وَ ضِیَائِہٖ ایک طرف کھڑے ہو کر قرآن کریم کے معارف بیان کریں اور ایک طرف میاں بٹالوی فرقان حمید کے کچھ حقائق بیان کرنا چاہیں تو مجھے یقین ہے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت موصوف کے مقابل پر یہ بیچارہ نیم مُلّا گرفتار عُجب و پندار بٹالوی ایسا عاجز اور پیچھے رہ جاوے کہ ہر یک عقلمند اس پر ہنسے۔ مجھے ہر بار یہی تعجب آتا ہے کہ یہ حاطب اللیل باوجود اپنے اس بیجا تکبر اور کذب صریح کے کیوں اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور خبث نفس سے علماء اور فضلاء کا حقارت سے نام لیتا ہے۔“ (ایضاً صفحہ 599)

پیشگوئیوں کے جھوٹا نکلنے کے الزام کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

”یہ فیصلہ تو آسان ہے۔ معترض پر واجب ہے کہ ایک جلسہ مقرر کرکے وہ الہام اس عاجز کا پیش کرے کہ جو بقول اس کے نفس الہام میں غلطی ہو نہ کسی ظنی اور خیالی تعبیر میں۔ نیز فرمایا : ”کوئی پیشگوئی اس عاجز کی بفضلہٖ تعالیٰ آج تک جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تین ہزار کے قریب اب تک سچی نکلیں اور نکلتی جاتی ہیں۔“ (ایضاً صفحہ 600)

اور جھوٹ بولنے اور ناجائز مال کھانے کے الزام کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

”آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیاء پر بھی یہی الزام لگائے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ پر جھوٹ کی تہمت۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر مال حرام کی اور اس زمانہ کے کور باطن عیسائی وغیرہ ایسے ہی الزام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں کہ فلاں قافلہ کا مال بغیر کسی موقعہ لڑائی کے لوٹ لیا۔ چنانچہ ان الزاموں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔“ (ایضاً صفحہ 600)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حق اور باطل میں فیصلہ کے لئے ایک تجویز پیش کی اور فرمایا کہ :

”اب میں اپنے وعدہ کے موافق ایک ایسا معیار ذیل میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں جس سے بخوبی کھل جائے کہ یہ عاجز موید من اللہ ہے اور حضرت بٹالوی صاحب اوّل درجہ کے کاذب اور دجال اور رئیس المتکبرین ہیں اور وہ یہ تقریر ہے کہ......حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اور آیت وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کیلئے کھلی کھلی نشانی ہوگی۔ اور اس فیصلہ کیلئے احسن انتظام اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی......تفسیر کیلئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورہ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کیلئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور بااین ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں۔ اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کیلئے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا، یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اُسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اُس وقت عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اَے کذاب اَے دجال اَے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کدھر چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہئے کہ میاں محمد حسین اُسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اَے حاضرین آج میری رُوسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسے آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا اور میں ہی کذاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں، سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اُسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہو لے۔“ (ایضاً صفحہ 601 تا 603)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

”اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا کیونکہ اس موقعہ پر ہر یک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر یک پر ہویدا ہو جائے گا۔ لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو ان کی ذلت اور روسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اب اگر وہ اس کھلے کھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ ان کیلئے خدا تعالیٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے :

(1) لعنت (2) لعنت (3) لعنت (4) لعنت (5) لعنت (6) لعنت (7) لعنت (8) لعنت (9) لعنت (10) لعنت۔ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ۔“ (ایضاً صفحہ 604)

محمد حسین بٹالوی مختلف حیلوں بہانوں سے اور بیہودہ شرطیں لگا کر مقابلہ سے بھاگ گئے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے تمام حیلوں اور بہانوں کو توڑنے اور کامل اتمام حجت کیلئے نیز اس لئے کہ اگر کسی کے ذہن میں کوئی شک وشبہ ہو تو وہ بھی دُور ہو جائے، رسالہ کرامات الصادقین تحریر فرمایا اور اس کی مثل لانے پر ایک ہزار روپے کا انعام مقرر فرمایا۔ اس کا ذکر ہم انشاء اللہ اگلے شمارہ میں کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت سماک بن خرشہ (ابودُجانہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

چار مرحومین مکرم محبوب خان صاحب (شہید) پشاور پاکستان، مکرم فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ پاکستان اور ان کے بیٹے عزیزم احتشام احمد عبداللہ اور مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر سٹیٹ بینک آف پاکستان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13 نومبر 2020ء بمطابق 13 نبوت 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج بدری صحابہ کا ذکر ہوگا۔ سب سے پہلے تو میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ دو خطبے پہلے حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں جو بیان ہوا تھا اس میں مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت تھی جس میں طاعون کے بارے میں کہا گیا تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے، اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں پھوڑے پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی جو آدمی کو سیڑھی کے پائے سے پکڑ لے گی۔ یہ ترجمے میں غلطی تھی صحیح طرح ترجمہ بیان نہیں ہو سکا تھا، اور اس سے بات واضح بھی نہیں ہوتی تو اس بارے میں صحیح ترجمے کے ساتھ جو روایت ہے وہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔

اسماعیل بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ شام کی طرف ہجرت کرو گے۔ وہ تمہارے لیے فتح کیا جائے گا۔ وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہوگی جو پھوڑے یا سخت کاٹنے والی ایک چیز کی طرح ہوگی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصے میں ظاہر ہوگی۔ اب جو یہ ہے کہ ''سیڑھی کے پائے سے پکڑے گی'' یہ ترجمہ جو مختلف الفاظ کا ہوتا ہے پہلے غلط کیا گیا تھا۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصہ میں ظاہر ہوگی۔ جس طرح ناف کے نچلے حصے میں ٹانگ کے اوپر اور درمیان جسم کے ایک پھوڑا نکلتا ہے۔ فرمایا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو شہادت عطا کرے گا اور اس کے ذریعہ ان کے اعمال کو پاک کرے گا۔ پھر حضرت معاذؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو اسے اور اس کے گھر والوں کو اس سے وافر حصہ دے۔ اس پر ان سب کو طاعون ہو گئی حتیٰ کہ ان میں ایک بھی نہ بچا۔ آپؓ کی شہادت کی انگلی پر طاعون کا دانہ نکلا تو آپؓ نے کہا کہ میں ہرگز خوش نہ ہوں گا کہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ ملیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد 7 صفحہ 371، مسند معاذ بن جبل، حدیث 22439 عالم الکتب بیروت 1998ء)

تو یہ درستی تھی۔ ترجمہ جو پرنٹ ہو رہا ہے اور الفضل میں بھی چھپتا ہے اس میں تو کر دی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کے سامنے بھی پیش کر دوں۔

اس کے بعد اب جو ذکر چل رہا تھا وہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا تھا۔ اب وہی ذکر دوبارہ شروع ہوتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپؓ کا مُثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹ دیے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کی چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پَروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جز3 صفحہ 954-955، عبداللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت 1992ء)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو جب احد کے روز لایا گیا تو میری پھوپھی ان پر رونے لگی تو مَیں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھے منع کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس پر رو یا نہ رو، اللہ کی قسم! فرشتے اس پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ تم نے اسے دفن کر دیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جز3 صفحہ 956، عبداللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت 1992ء)

غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے اور پھر پوچھتے کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جاننے والا تھا۔ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لحد میں پہلے رکھتے یعنی قبر میں پہلے اتارتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیتے۔ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، حدیث نمبر 1343)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت (یہ بھی بخاری کی روایت ہے جو میں نے پڑھی تھی) میں حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد پڑھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، حدیث نمبر 1344) (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الاحد، حدیث نمبر 4042)

سنن ابن ماجہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہؓ کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود رہتی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشہداء و دفنھم، حدیث نمبر 1513)

سنن ابوداؤد میں بیان ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنا دیا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی الشہید یغسل، حدیث نمبر 3135)

سنن ابوداؤد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت حمزہؓ کے اَور کسی شہید کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی الشہید یغسل، حدیث نمبر 3137)

سنن ترمذی کی روایت میں حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی قتلیٰ احد و ذکر حمزۃ، حدیث نمبر 1016)

سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء کا جنازہ اس طرح ادا کیا کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپؐ نے نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ سیرتِ حلبیہ کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد باقی شہداء کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت حمزہؓ کی میت کے ساتھ رکھا جاتا اور آپؐ ان دونوں کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور اس طرح تمام شہداء کی نماز جنازہ ایک بار اور حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ بہتّر بار اور بعض کے نزدیک بانوے بار ادا کی گئی۔

(سیرت ابن ہشام، صفحہ 395-396، غزوۂ احد، دار ابن حزم بیروت 2009ء) (السیرۃ الحلبیۃ، جلد 2، صفحہ 337، باب ذکر مغازیہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

سیرت کی ایک کتاب دلائل النبوہ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نو شہداء کو اکٹھا لایا جاتا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ پھر ان نو (۹) کو لے جایا جاتا اور مزید نو شہداء کو لایا جاتا اور اس طرح ان تمام شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپؐ نے ہر دفعہ نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ (دلائل النبوہ، جزء 3، صفحہ 287، اجاد الحرب و ما ظہر من الآثار فی حال الشہداء، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

سیرتِ حلبیہ اور دلائل النبوۃ میں غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کی احادیث کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان دونوں کتب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ ہی دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی'' کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔ (السیرۃ الحلبیۃ، جلد 2، صفحہ 338، باب ذکر مغازیہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت،

2002ء)(دلائل النبوۃ، جز3، صفحہ 287-288، اجاد الحرب و ما ظہر من الآثار فی حال الشہداء، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، حدیث نمبر 1343)

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کا جنازہ پڑھا تھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔(فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد3 صفحہ 249 مطبوعہ دار الریان للتراث قاھرہ 1986ء)

جیسا کہ میں نے کہا اس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ کچھ اور بھی بیان کر دیتا ہوں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں باب الصلوٰۃ علی الشہید یعنی شہیدوں کی نمازِ جنازہ کے عنوان سے باب باندھا ہے اور اس کے نیچے صرف دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث جو کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اور اس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ غزوۂ احد کے شہداء کو نہ غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور احد کے شہداء پر نماز جنازہ کی طرز پر نماز پڑھی اور یہی حدیث بخاری میں ہی دوسری جگہ غزوۂ احد کے باب میں بھی آئی ہے وہاں یہی صحابی روایت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء پر آٹھ سال بعد اس طرح نماز پڑھی جیسے زندوں یا وفات پانے والوں کو الوداع کہا جاتا ہے۔(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید حدیث 1343-1344)(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ احد، حدیث 4042)

اسی طرح علّامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کی وفات پر لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس کی قبر پر جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ امام شافعی کے نزدیک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپؐ کے وصال کا وقت قریب ہے تو آپؐ نے ان شہداء کی قبروں پر جا کر انہیں الوداع کہتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی، جلد3، صفحہ 249، دار الریان للتراث قاھرہ 1986ء)

شہدائے احد کی تکفین اور تدفین کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ

’’نعشوں کی دیکھ بھال کے بعد تکفین کا کام شروع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں وہ اسی طرح رہنے دیئے جائیں اور شہداء کو غسل نہ دیا جاوے۔ البتہ کسی کے پاس کفن کے لیے زائد کپڑا ہو تو وہ پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر لپیٹ دیا جاوے۔ نماز جنازہ بھی اس وقت ادا نہیں کی گئی۔ چنانچہ بغیر غسل دیئے اور بغیر نماز جنازہ ادا کئے شہداء کو دفنا دیا گیا۔ اور عموماً ایک ایک کپڑے میں دو دو صحابیوں کو اکٹھا کفنا کر ایک ہی قبر میں اکٹھا دفن کر دیا گیا۔ جس صحابی کو قرآن شریف زیادہ آتا تھا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت لحد میں اتارتے ہوئے مقدم رکھا جاتا۔‘‘ اور پھر لکھتے ہیں کہ ’’گو اس وقت نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر شہداء احد پر جنازہ کی نماز ادا کی۔‘‘ یہ آپؓ نے مختلف تاریخوں سے استنباط کیا ہے۔ یا نماز پڑھی گئی یا دعا کی گئی بھی ہو سکتا ہے لیکن بہرحال بڑے درد سے ان کے لیے نمازِ جنازہ ادا کی ’’اور بڑے دردِ دل سے ان کے لیے دعا فرمائی۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 501-502)

ہو سکتا ہے کہ دعا کی ہو۔ جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ہر ایک کی قبر پہ جا کے دعا کی ہو اور بڑے درد سے ان کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے لیے غزوۂ احد کے چھ ماہ بعد قبر بنائی اور انہیں اس میں دفن کیا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں دیکھا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، جلد3، صفحہ 344، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

ایک دوسری جگہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقعے پر ایک قبر میں دو لوگوں کو دفن کیا گیا اور میرے والد کے ساتھ بھی ایک صحابی کو دفن کیا گیا۔ چھ ماہ گزر گئے پھر میرے دل نے چاہا کہ میں انہیں الگ قبر میں اکیلا دفن کروں۔ چنانچہ میں نے انہیں قبر سے نکالا تو میں نے دیکھا کہ زمین نے ان کے جسم میں کچھ بھی تغیر نہیں کیا تھا سوائے ان کے کان کے گوشت میں سے تھوڑا سا۔

(الطبقات الکبریٰ، جزء3، صفحہ 425، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1990ء)

غزوۂ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں نہر جاری کی جس کا پانی غزوۂ احد کے شہداء کی قبروں میں داخل ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت عمرو بن جَمُوحؓ کی قبر میں بھی پانی داخل ہو گیا۔ جب ان کی قبر کھودی گئی تو ان پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں اور یہ روایت بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر زخم تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا اور پھر آگے جو روایت ہے وہ بہرحال محلِ نظر ہے۔ بیان تو مَیں کر رہا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ اس پہ تسلی بھی ہو۔ یہ کیونکہ بعض تاریخی کتابوں میں لکھا ہے اور پڑھنے والے بعض پڑھتے بھی ہیں اس لیے یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ بھی کیا گیا ہو۔ بہرحال وہ کہتے ہیں زخم سے جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا (جو ناممکن ہے)۔ ان کا ہاتھ واپس زخم پر رکھ دیا گیا تو پھر خون رک گیا۔ اس قسم کی روایتیں بھی بعض بیچ میں آ جاتی ہیں جو محلِ نظر ہوتی ہیں۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے قبر میں اپنے والد کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا وہ سو رہے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ، جزو3، صفحہ 424، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1990ء)(کتاب المغازی، جلد1، صفحہ 267، مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

حالانکہ چھ مہینے کے بعد جب انہوں نے نکالا تھا اس وقت بھی وہ کہتے ہیں گوشت پر کچھ اثر تھا تو چھیالیس سال بعد تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ اثر ہوا ہو اور ہڈیاں نہ رہ گئی ہوں اور یہ قانونِ قدرت ہے۔ اس طرح نہیں ہو سکتا کہ جسم میں کوئی تغیر نہیں تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے تو آپؐ نے فرمایا اے جابر! کیا بات ہے مَیں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور وہ قرض اور اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے؟ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے، جس سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کیا لیکن اللہ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا اے میرے بندے! مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقعے پر حضرت عبداللہ نے عرض کی کہ اے میرے رب! مَیں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ مَیں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر تیری راہ میں لڑوں اور تیری راہ میں دوبارہ مارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اللہ سے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران: 170) یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب تفسیر سورہ آل عمران، حدیث نمبر 3010)(دلائل النبوۃ، جز3، صفحہ 298، اجاد الحرب و ما ظہر من الآثار فی حال الشہداء، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جز3، صفحہ 955-956، عبداللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت 1992ء)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ضمن میں پہلے بھی یہ آیت مَیں بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مکالمہ والے واقعے کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی ایک تقریر میں جو خلافت سے پہلے تھی اس طرح بیان کی ہے کہ

’’اس واقعہ میں طرح طرح کا حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جس کروٹ سے اسے دیکھیں یہ ایک نئی رعنائی دکھاتا ہے۔ منجملہ اَور امور کے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مسلسل آنحضورؐ کا رابطہ اپنے رب سے قائم تھا۔ بندوں پر بھی نظر شفقت فرما رہے تھے اور رب سے بھی دل ملا رکھا تھا۔ ایک پہلو اپنے صحابہ پر جھکا ہوا تھا تو دوسرا پہلو رفیقِ اعلیٰ سے پیہم وابستہ اور پیوستہ تھا۔ وہ وجود جو امن کی حالت میں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (النجم: 9) کے افقِ اعلیٰ پر فائز رہا، جنگ کی حالت میں بھی ایک لحظہ اس سے الگ نہ ہوا۔ ایک نگاہ میدان حرب کی نگران تھی تو

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: 178)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور ان کیلئے بہت دردناک عذاب (مقدر) ہے۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

دوسری جمالِ یار کے نظارے میں مصروف تھی۔ایک کان رحمت سے صحابہ کی طرف جھکا ہوا تھا تو دوسرا ملاءِ اعلیٰ سے اپنے رب کا شیریں کلام سننے میں مصروف۔دست با کار تھا تو دل با یار۔آپؐ صحابہ کی دلداری فرماتے تھے تو خدا آپؐ کی دلداری فرما رہا تھا۔عبداللہ بن عمروؓ کی قلبی کیفیت کی خبر دے کر دراصل اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والے! دیکھ! تیرا بھی کیسا عشق ہم نے اپنے عارف بندوں کے دل میں بھر دیا ہے کہ عالم گزراں سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے اور تجھے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کے چلے جانے پر کس درجہ کبیدہ خاطر ہیں۔تیرے مقابل پر انہیں جنت کی بھی حرص نہیں رہی۔ان کی جنت تو بس یہی ہے کہ تیز تلواروں سے بار بار کاٹے جائیں مگر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں۔‘‘ (خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349-350)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جب فوت ہوئے تو ان پر قرض تھا۔مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں سے کچھ کمی کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے کمی نہ کی۔تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی کھجوروں کی ہر ایک قسم کو الگ الگ کرو۔عجوہ کھجور کی قسم کو علیحدہ رکھنا اور عِذْق بن زَید کھجور کی قسم کو علیحدہ۔پھر مجھے پیغام بھیجنا۔چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کو ماپ کر دو۔چنانچہ میں نے ان کو ماپ کر دیا یہاں تک کہ جواُن کا حق تھا میں نے ان کو پورا دے دیا۔پھر بھی میری کھجوریں بچ گئیں۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب الکیل علی البایع والمعطی، حدیث نمبر 2127)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے پسماندگان میں اپنے بیٹے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے علاوہ چھ بیٹیاں چھوڑ کے گئے۔صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے پسماندگان میں سات یا نو بیٹیاں چھوڑی تھیں۔(سنن نسائی، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، حدیث نمبر 3666) (بخاری، کتاب النفقات باب عون المرأۃ زوجھافی ولدہ حدیث نمبر 5367)

اب اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت ابودُجانہ۔ابودُجانہ حضرت سِمَاک بن خَرَشہؓ۔حضرت ابودُجانہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوساعدہ سے ہے۔حضرت ابودُجانہ کے والد کا نام خَرَشَہ تھا۔بعض کہتے ہیں کہ اوس تھا اور ان کے دادا کا نام خرشہ تھا۔حضرت ابودُجانہ کی والدہ کا نام حَزْمَہ بنت حَرْملہ تھا۔آپؓ اپنے نام کی نسبت اپنی کنیت ابودُجانہ سے زیادہ مشہور تھے۔حضرت ابودُجانہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام خالد تھا اور اسکی والدہ کا نام آمنہ بنت عمرو تھا۔(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 317 سِمَاكُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء) (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 419 اَبُو دُجَانَہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عتبہ بن غزوانؓ مکے سے ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت ابودُجانہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 420، اَبُو دُجَانَہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابودُجانہ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔

(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 317، سِمَاكُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

حضرت ابودُجانہؓ کا شمار انصار کے کبار صحابہ میں ہوتا تھا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 2، صفحہ 212، سِمَاكُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)

جب جنگ ہوتی تو حضرت ابودُجانہ بہت شجاعت کا اظہار کرتے اور وہ کمال کے گھوڑ سوار تھے۔ان کے پاس سرخ رنگ کا ایک رومال تھا جسے وہ صرف جنگ کے وقت سر پر باندھتے تھے۔جب وہ سرخ رومال سر پر باندھتے تو لوگوں کو علم ہو جاتا کہ اب وہ لڑائی کے لیے تیار ہیں۔حضرت ابودُجانہ کا شمار دلیر اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد 5، صفحہ 96، اَبُو دُجَانَہ سِمَاكُ بِنْ خَرَشَہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

محمد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہ جنگوں میں اپنے سرخ عمامے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور غزوۂ بدر میں بھی یہ ان کے سر پر تھا اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہ غزوۂ احد میں بھی اسی طرح شامل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور موت پر آپؐ سے بیعت کی۔(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 420، اَبُو دُجَانَہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

غزوۂ احد کے دن حضرت ابودُجانہؓ اور حضرت مصعب بن عُمیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔حضرت ابودُجانہ شدید زخمی ہو گئے تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اس دن شہید ہوئے۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 4، صفحہ 209 اَبُو دُجَانَہ انصاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2010ء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پکڑی اور فرمایا۔ مَنْ يَّأْخُذُ مِنِّيْ هٰذَا؟ اسے مجھ سے کون لے گا؟ سب نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا۔مَیں۔مَیں۔آپؐ نے پھر فرمایا: فَمَنْ يَّأْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ۔کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت انسؓ کہتے ہیں اس پر لوگ رک گئے تو حضرت سِمَاک بن خَرَشہ ابودُجانہؓ نے کہا کہ مَیں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے تلوار لی اور مشرکوں کے سر پھاڑ دیے۔یہ مسلم کی حدیث ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی دُجانہ سِمَاک بن خَرَشَہ، حدیث: 6353)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابودُجانہؓ نے پوچھا اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا یعنی ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔اس پر حضرت ابودُجانہؓ نے عرض کیا میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودُجانہؓ کو تلوار دی تو انہوں نے اس سے مشرکین کے سر پھاڑ دیے۔انہوں نے اس موقعے پر یہ اشعار پڑھے:

أَنَا الَّذِيْ عَاهَدَنِيْ خَلِيْلِيْ
وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيْلِ
اَنْ لَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّوْلِ
أَضْرِبْ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

مَیں وہ ہوں جس سے میرے دوست نے وعدہ لیا ہے جبکہ ہم سَفح مقام پر کھجور کے درختوں کے پاس تھے اور وہ وعدہ یہ ہے کہ میں لشکر کی پچھلی صفوں میں نہ کھڑا ہوں اور اللہ اور رسولؐ کی تلوار سے دشمنوں سے لڑائی کروں۔حضرت ابودُجانہؓ تفاخرانہ چال چلتے ہوئے لشکر کی صفوں کے درمیان چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اِنَّ هٰذِهٖ مِشْيَةٌ يُّبْغِضُهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا فِيْ هٰذَا الْمُقَامِ۔کہ یہ ایسی چال ہے جو اللہ عزوجل کو ناپسند ہے سوائے اس مقام کے یعنی جنگ کے موقعے پر۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، جلد 7، صفحہ 100، اَبُو دُجَانَہ الانصاری دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد 2، صفحہ 317، سِمَاک بن خَرَشَہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

حضرت زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پیش کی اور فرمایا: مَنْ يَّأْخُذُ هٰذَا السَّيْفَ بِحَقِّهٖ کہ کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں میں کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اعراض فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ مَیں۔آپؐ نے پھر مجھ سے اعراض فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت ابودُجانہ سِمَاک بن خَرَشہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں اور اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر سے نہ بھاگنا، ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ابودُجانہ کو عطا فرمائی اور ابودُجانہ کی یہ عادت تھی کہ جب جنگ کا ارادہ کرتے تو سرخ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا آج میں دیکھوں گا کہ یہ کس طرح اس تلوار کا حق ادا کرتا ہے۔حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ کے سامنے جو بھی آیا وہ اس کو ہلاک کرتے اور کاٹتے ہوئے آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ لشکر سے گزر کر ان کی عورتوں کے سروں پر جا پہنچے جو پہاڑ کے دامن میں دَف بجا رہی تھیں اور ان میں سے ایک عورت یہ کہہ رہی تھی۔یہ شعر پڑھ رہی تھی۔اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم طارق صبح کے ستارے کی بیٹیاں ہیں جو بادلوں پر چلتی ہیں۔اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور بیٹھنے کے لیے تکیے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیر گئے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔یہ ایسی جدائی ہوگی کہ پھر تم میں اور ہم میں محبت کا کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا کہ اس نے کانٹے دار ٹہنی پڑی ہوئی پائی، اس نے اس کو ہٹا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو بصورت شکریہ قبول فرمایا اور اسے بخش دیا۔(ترمذی باب ماجاء فی اماطۃ الاذی عن الطریق)

طالب دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلاپالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی ﷺ

بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت کا طریق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

(صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب تخفیف الصلوٰۃ)

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابودُجانہ نے ایک عورت پر تلوار چلانے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پھر روک لیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو مَیں نے ان سے کہا مَیں نے تمہاری ساری لڑائی دیکھی ہے۔ تم نے ایک عورت پر ہاتھ اٹھایا اور پھر نیچے کرلیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی تکریم کی کہ اس کے ذریعے کسی عورت کو قتل کروں۔ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ مَیں کسی عورت کے قتل کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار استعمال کروں اس لیے مَیں رک گیا۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ یہ عورت ہند زوجہ ابوسفیان تھی جو دیگر عورتوں کے ساتھ مل کر گانے گا رہی تھی۔ جب اس پر حضرت ابودُجانہ نے اپنی تلوار بلند کی تو اس نے مدد کے لیے بلند آواز سے کہا اے صخر! لیکن کوئی مدد کو نہ آیا۔ حضرت ابودُجانہؓ نے اپنی تلوار نیچے کرلی اور واپس چلے گئے۔ حضرت زبیرؓ کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ میں نے ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے کسی عورت کو ماروں جس کا کوئی مددگار نہیں تھا۔

(المستدرک علی الصحیحین، جلد 3، صفحہ 440، 441، کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب ابی دُجانہ روایت نمبر 5088، مطبوعہ دارالفکر بیروت 2002ء) (شرح علامہ زرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد 2، صفحہ 406-407، کتاب المغازی باب غزوۃ احد، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

حضرت ابودُجانہؓ کے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ مبارزت میں جب کفارِ قریش کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو کفار نے یہ نظارہ دیکھا تو غضب میں آکر عام دھاوا بول دیا۔ مسلمان بھی تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہوگئیں۔ غالباً اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے؟ بہت سے صحابہ نے اس فخر کی خواہش میں اپنے ہاتھ پھیلائے۔ جن میں حضرت عمرؓ اور زبیر بلکہ بعض روایات کی رو سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے رہے کہ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر ابودُجانہ انصاری نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ مجھے عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے یہ تلوار انہیں دے دی اور ابودُجانہ اسے ہاتھ میں لے کر تبختر کی چال سے یعنی بڑے فخر سے اور اکڑتے ہوئے کفار کی طرف آگے بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا خدا کو یہ چال ناپسند ہے مگر ایسے موقع پر ناپسند نہیں۔ زبیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لینے کے سب سے زیادہ خواہش مند تھے اور قربِ رشتہ کی وجہ سے اپنا حق بھی زیادہ سمجھتے تھے، دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تلوار نہیں دی اور ابودُجانہ کو دے دی اور اپنی اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے انہوں نے دل میں عہد کیا کہ میں اس میدان میں ابودُجانہ کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ اس تلوار کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ نے اپنے سر پر ایک سرخ کپڑا باندھا اور اس تلوار کو لے کر حمد کے گیت گنگناتا ہوا مشرکین کی صفوں میں گھس گیا اور میں نے دیکھا کہ جدھر جاتا تھا گویا موت بکھیرتا جاتا تھا اور میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا جو اس کے سامنے آیا ہو اور پھر وہ بچا ہو۔ حتی کہ وہ لشکرِ قریش میں سے اپنا راستہ کاٹتا ہوا لشکر کے دوسرے کنارے نکل گیا جہاں قریش کی عورتیں کھڑی تھیں۔ ہند زوجہ ابوسفیان جو بڑے زور شور سے اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھی اس کے سامنے آئی اور ابودُجانہ نے اپنی تلوار اس کے اوپر اٹھائی جس پر ہند نے بڑے زور سے چیخ ماری اور اپنے مردوں کو امداد کے لیے بلایا مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہ آیا۔ زبیر کہتے ہیں کہ لیکن مَیں نے دیکھا کہ ابودُجانہ نے خودبخود ہی اپنی تلوار نیچی کرلی اور وہاں سے ہٹ آیا۔ زبیر روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے ابودُجانہ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ پہلے تم نے تلوار اٹھائی پھر نیچے کرلی۔ اس نے کہا کہ میرا دل اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت پر چلاؤں اور عورت بھی وہ جس کے ساتھ اس وقت کوئی مرد محافظ نہیں۔ زبیر کہتے ہیں میں نے اس وقت سمجھا کہ واقعی جو حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا ابودُجانہ نے ادا کیا ہے وہ شاید مَیں نہ کرسکتا اور میرے دل کی خلش دور ہوگئی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 489، 490)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ احد کی جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار پیش کی اور فرمایا یہ تلوار مَیں اس شخص کو دوں گا جو اس کا حق ادا کرنے کا وعدہ کرے۔ بہت سے لوگ اس تلوار کو لینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ابودُجانہ انصاری کو وہ تلوار دی۔ لڑائی میں ایک جگہ مکہ والوں کے کچھ سپاہی ابودُجانہ پر حملہ آور ہوئے۔ جب آپ ان سے لڑ رہے تھے تب آپ نے دیکھا کہ ایک سپاہی سب سے زیادہ جوش کے ساتھ لڑائی میں حصہ لے رہا ہے۔ آپؓ نے تلوار اٹھائی اور اس کی طرف لپکے لیکن پھر اس کو چھوڑ کر واپس آ گئے یعنی حضرت دُجانہ نے تلوار اٹھائی، اس کی طرف لپکے لیکن پھر چھوڑ کے واپس آ گئے۔ آپ کے کسی دوست نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس کے پاس گیا تو اس کے منہ سے ایک ایسا فقرہ نکلا جس سے مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے۔ ان کے ساتھی نے کہا۔ بہرحال وہ سپاہیوں کی طرح فوج میں لڑ رہی تھی پھر آپ نے اسے چھوڑا کیوں؟ ابودُجانہ نے کہا میرے دل نے برداشت نہ کیا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار کو ایک کمزور عورت پر چلاؤں۔ حضرت مصلح موعودؓ پھر فرماتے ہیں کہ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ادب اور احترام کی ہمیشہ تعلیم دیتے تھے جس کی وجہ سے کفار کی عورتیں زیادہ دلیری سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی تھیں مگر پھر بھی مسلمان ان باتوں کو برداشت کرتے چلے جاتے تھے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 421، 422)

ابودُجانہ کے متعلق مشہور مستشرق سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ جنگ کی ابتدا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار لی اور فرمایا کون یہ تلوار اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ عمر، زبیر اور بہت سے صحابہ نے لینے کی خواہش کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔ آخر میں ابودُجانہ نے عرض کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دے دی اور انہوں نے اس کے ساتھ کافروں کے سر تن سے جدا کرنے شروع کر دیے۔

(LIFE OF MAHOMET by Sir William Muir, pg: 269 Smith Elder&co, Waterloo place London 1878)

پھر وہ لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں کے خطرناک حملوں کے سامنے مکی لشکر کے پاؤں اکھڑنے لگ گئے۔ قریش کے رسالے نے کئی دفعہ یہ کوشش کی کہ اسلامی فوج کے بائیں طرف عقب سے ہوکر حملہ کریں مگر ہر دفعہ ان کو ان پچاس تیر اندازوں کے تیر کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں خاص طور پر متعین کیے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے احد کے میدان میں بھی وہی شجاعت و مردانگی اور موت و خطر سے وہی بے پروائی دکھائی گئی جو بدر کے موقعہ پر انہوں نے دکھائی تھی۔ مکہ کے لشکر کی صفیں پھٹ پھٹ جاتی تھیں جب اپنی خَود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ابودُجانہ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی تھی چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ حمزہؓ اپنے سر پر شتر مرغ کے پروں کی کلغی لہراتا ہوا ہر جگہ نمایاں نظر آتا تھا۔ علیؓ اپنے لمبے اور سفید پھریرے کے ساتھ اور زبیرؓ اپنی شوخ رنگ کی چمکتی ہوئی زرد پگڑی کے ساتھ بہادرانِ اِلیڈ کی طرح جہاں بھی جاتے تھے دشمن کے واسطے موت و پریشانی کا پیغام اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ یہ وہ نظارے ہیں جہاں بعد کی اسلامی فتوحات کے ہیرو تربیت پذیر ہوئے۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 490)

یہ سارا بیان جو پہلے میں نے پڑھا ہے یہ سیرت خاتم النبیینؐ میں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے لوٹے تو اپنی بیٹی فاطمہ کو اپنی تلوار دی اور فرمایا اے بیٹی! اس سے خون کو دھو دو۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنی تلوار ان کو دی اور کہا اس سے بھی خون دھو دو۔ اللہ کی قسم! آج اس نے میرا خوب ساتھ دیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے تو یقیناً سَہل بن حُنَیف اور ابودُجانہ نے بھی لڑنے کا حق ادا کیا ہے۔ ایک روایت میں سَہل بن حُنیف کی بجائے حارث بن صِمّہ کا نام بھی آتا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد 2، صفحہ 317، سِماک بن خَرَشَہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 420 اَبُودُجَانَہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہؓ کے پاس لوگ آئے جبکہ آپؓ بیمار تھے لیکن آپؓ کا چہرہ بہت چمک رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ آپؓ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ تو حضرت ابودُجانہؓ نے کہا میرے اعمال میں سے میرے دو کام ایسے ہیں جو میرے نزدیک بہت زیادہ وزنی اور پختہ ہیں۔ پہلا یہ کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کرتا جس کا مجھ سے تعلق نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ میرا دل مسلمانوں کے لیے ہمیشہ صاف رہتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 420، اَبُودُجَانَہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابودُجانہؓ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے مدینہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی سرکوبی کے لیے 12 ہجری میں لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابودُجانہؓ بھی اس لشکر کا حصہ تھے۔ حضرت ابودُجانہؓ نے جنگ یمامہ میں سخت لڑائی کی اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ بنو حَنِیفَہ (قدیم عرب قبیلہ جس کے ایک بڑے حصے نے مسیلمہ کذاب کے زیر قیادت مدینہ کے خلاف بغاوت کی تھی) کا یمامہ میں باغ تھا جس میں محصور ہوکر وہ لڑ رہے تھے اور مسلمانوں کو اندر جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ حضرت ابودُجانہ نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے باغ کے اندر پھینک دو۔ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کے دوسری طرف گرنے سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی لیکن پھر بھی وہ باغ کے دروازے پر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 19)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جب تک زندہ خدا کی زندہ طاقتیں انسان مشاہدہ نہیں کرتا شیطان اُس کے دل میں سے نہیں نکلتا اور نہ سچی توحید اُس کے دل میں داخل ہوتی ہے

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 121)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

لڑتے رہے اور مشرکین کو وہاں سے ہٹا دیا اور مسلمان اندر داخل ہو گئے۔ حضرت ابو دُجانہ، مسیلمہ کذاب کے قتل میں عبداللہ بن زید اور وحشی بن حرب کے ساتھ شامل تھے اور یمامہ کے دن آپ نے شہادت پائی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد 2، صفحہ 318، سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 4 صفحہ 209 ، أَبُوْ دُجَانَہ الانصاری ،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2010ء)(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 420، اَبُوْ دُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 8، صفحہ 695، شعبہ اردو لاہور)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابودُجانہؓ نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے وفات پائی تھی لیکن یہ روایت کمزور ہے۔ پہلی روایت زیادہ صحیح اور بکثرت مذکور ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد 2، صفحہ 318، سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

مَیں پہلے بھی یہ بیان کر چکا ہوں۔ یہاں پہ کچھ حصہ بیان کر دیتا ہوں جس کا حضرت ابودُجانہؓ سے تعلق ہے۔ ابودُجانہ انصاری تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے اور انتہائی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسی طرح احد کی جنگ میں بھی انہیں شمولیت کی توفیق ملی اور جنگ کا رخ پلٹنے کے بعد یعنی جب مسلمان پہلے جیت رہے تھے پھر رخ پلٹا اور ایک جگہ چھوڑنے کی وجہ سے کافروں نے دوبارہ حملہ کیا اور جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے خلاف ہو گیا تو جو صحابہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہ گئے تھے ان میں حضرت ابودُجانہ بھی شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں یہ انتہائی زخمی بھی ہوئے لیکن ان زخموں کے باوجود یہ پیچھے نہیں ہٹے۔ ایک دفعہ بیماری میں اپنے ساتھی کو کہنے لگے کہ شاید میرے دو عمل اللہ تعالیٰ قبول کر لے ایک یہ کہ میں کوئی لغو بات نہیں کرتا۔ غیبت نہیں کرتا۔ لوگوں کے پیچھے ان کی باتیں نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں کینہ اور بغض نہیں ہے۔ (ماخوذ از خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 16 مارچ 2018ء، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 تا 12 / اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 14 صفحہ 5)

ان کا ذکر یہاں ختم ہوا۔

اب بعض مرحومین کا میں ذکر کروں گا اور ان کا نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا جن میں سے ایک شہید بھی ہیں جن کو گذشتہ دنوں شہید کیا گیا۔ مکرم محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور۔ محبوب خان صاحب کو مخالفین احمدیت نے 8 / نومبر 2020ء کو صبح آٹھ بجے شیخ محمدی گاؤں پشاور میں فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق محبوب خان صاحب چھ نومبر کو خوشحال ٹاؤن پشاور سے اپنی نواسی جو اپنی فیملی کے ہمراہ ملحقہ قصبہ شیخ محمدی میں رہتی ہے ان سے ملنے گئے۔ آٹھ نومبر کو واپسی کے لیے گھر سے نکلے۔ بس سٹاپ کے قریب پہنچے تھے کہ نامعلوم افراد نے تعاقب کر کے ان پر فائرنگ کر دی۔ ایک فائر سر میں پشت سے لگا اور گولی سامنے سے نکل گئی جس سے موقعے پر ہی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ وقوعے کے بعد قاتل فرار ہو گیا۔ شہید مرحوم کی عمر تقریباً 80 سال تھی۔ شہید مرحوم پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ سے 2002ء میں بحیثیت آفس سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ ہونے کے بعد پنشنر کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ شہید مرحوم کے والد سید جلال صاحب نے 1930ء کی دہائی میں بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔

مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ تہجد کے پابند تھے۔ شرافت، ہمدردی اور مہمان نوازی کے علاوہ سخاوت میں نمایاں تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ پیغام حق پہنچانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جب کبھی ان سے احتیاط کی درخواست کی جاتی تو ان کا ایک ہی موقف ہوتا کہ اب تو ویسے بھی خدا کے حضور حاضر ہونے کا وقت ہے اگر شہادت مل گئی تو میرے لیے سعادت ہو گی۔ بہرحال ان کی یہ شہادت کی بھی خواہش پوری ہو گئی۔ محبوب خان صاحب شہید کی اہلیہ معراج بیگم صاحبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے والد محمد سعید صاحب اور چچا بشیر احمد صاحب 1966ء میں شہید ہوئے تھے اور اب یہ سعادت آپ کے خاوند کو حاصل ہوئی۔ اس طرح آپ ایک شہید کی بیٹی، شہید کی بھتیجی اور ایک شہید کی اہلیہ ہیں۔

پسماندگان میں ان کی اہلیہ معراج بیگم صاحبہ ہیں۔ اس کے علاوہ دو بیٹے ہیں منور صاحب اور فضل احمد صاحب۔ دو بیٹیاں ہیں ذکیہ بیگم صاحبہ اور وحیدہ بیگم۔ دو پوتے، ایک پوتی، چھ نواسے اور چار نواسیاں شامل ہیں اور آپ کے چھوٹے بیٹے نے مائیکرو بائیالوجی میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ وہ آسٹریلیا میں ہوتے ہیں۔ دوسرے جرمنی میں ہوتے ہیں۔ فضل احمد صاحب وہ بھی پڑھے لکھے ہیں۔ ایم اے انگلش ہیں۔

ان کے بیٹے منور خان صاحب کہتے ہیں کہ محبوب خان صاحب اپنے علاقے میں امن و امان کے قیام کے لیے سرگرداں رہتے تھے۔ بعض اوقات جھگڑے کی صورت میں دو گروہوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اپنے پاس سے خون بہا بھی دے دیا کرتے تھے۔ آپ غرباء اور نادار لوگوں کی مدد کے لیے ہر دم تیار رہا کرتے تھے۔ لوگ اپنی ضروریات کے لیے بلاجھجک آپ سے رجوع کرتے اور آپ ان کی مدد کے لیے ہمیشہ اپنے پاس کچھ نہ کچھ نقدی اور اناج رکھا کرتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج، خاموش طبع انسان تھے۔ نہایت صبر کرنے والے اور دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے والے تھے اور ہر دم ان کی مدد کے لیے تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ کا ہے، پاکستان میں تھے۔ یکم نومبر 2020ء کو شام سوا چھ بجے کے قریب یہ اپنے بیٹے احتشام عبداللہ کے ہمراہ احمد نگر سے آ رہے تھے کہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں احمد نگر سے آتے ہوئے ان کی وفات ہوئی ہے۔ خطرناک ایکسیڈنٹ تھا دونوں باپ بیٹے کی موقعے پر وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے فخر صاحب موصی تھے۔ فخر صاحب کے والد سیف الرحمٰن صاحب نے خود بیعت کی۔ ان کے خاندان میں پہلے کوئی احمدی نہیں تھا۔ 1968ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور اپنے خاندان کے پہلے احمدی بنے۔ 1996ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان میں مختلف مقامات پر فخر صاحب کو خدمت کی توفیق ملی پھر انہیں آئیوری کوسٹ مغربی افریقہ بھجوایا گیا اور پھر گذشتہ آٹھ سال سے یہ بطور مربی احمد نگر میں سلسلے کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کی شادی طاہرہ فخر صاحبہ سے ہوئی جو علی اصغر صاحب کی بیٹی ہیں۔ اس شادی سے ان کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا احتشام عبداللہ تھا جو اپنے والد کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا اور اب پیچھے ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ اور چار بیٹیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی والدہ ہیں اور بہن بھائی ہیں۔ ان کی بیٹیاں وجیہہ امۃ السبوح، عزیزہ خافیہ فخر، ثمرین فخر اور مہرین فخر ہیں۔

فخر صاحب کی اہلیہ طاہرہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ہماری شادی جب ہوئی تو مربی صاحب کی خوشاب کے ایک گاؤں میں پوسٹنگ تھی۔ یہ وہاں متعین تھے۔ اور جب میں وہاں سینٹر میں گئی تو انہوں نے مجھے مربی کی بیوی کے جو فرائض ہوتے ہیں ان کے بارے میں بتایا اور سمجھایا کہ اب تم میرے ساتھ وقف ہو۔ تمہیں بھی جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ اس طرح تربیت کی۔ اس کے بعد ان کی ٹرانسفر بدین ہو گئی۔ مربی صاحب تو پہلے چلے گئے۔ یہ کچھ عرصے کے بعد گئی ہیں تو کہتی ہیں جس دن میں وہاں پہنچی میں نے پہلے اطلاع بھی دی ہوئی تھی لیکن وہاں گئی تو مربی صاحب وہاں سینٹر میں، گھر میں نہیں تھے۔ میں مسجد میں باہر دھوپ میں بیٹھی رہی۔ پتہ لگا کہ کسی معلم کی اہلیہ بیمار ہیں اور اس کو خون دینے کی ضرورت ہے تو مربی صاحب خون دینے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو واپسی پہ پوچھا کہ سارا دن میں دھوپ میں بیٹھی رہی آپ کو پتہ تھا کہ میں اتنا لمبا سفر کر کے آ رہی ہوں تو انہوں نے کہا کہ وہ کام بھی بڑا ضروری تھا اور مجھے سمجھایا کہ اس طرح قربانی کرنی چاہیے۔

آئیوری کوسٹ جب یہ گئے ہیں تو وہاں بھی خدمت دین کے کاموں کے ساتھ خدمت خلق کے بہت کام کرتے رہے اور ہمیشہ بیوی بچوں پر دین کو مقدم رکھا۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ میری طبیعت ایک دفعہ خراب ہو گئی۔ بیٹی کی پیدائش ہونے والی تھی۔ مربی صاحب میڈیکل کیمپ کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے حالت تشویشناک بتائی لیکن مربی صاحب مجھے چھوڑ کے چلے گئے اور صرف اتنا کہا کہ اللہ فضل کرے گا۔ تم واقف زندگی کی بیوی ہو۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ غرضیکہ مربی صاحب نے ہر معاملے میں دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ مہمان نوازی، خدمتِ خلق، خدمتِ دین کرنے والے تھے۔ اپنے پرائے سب سے پیار کرنے والے تھے۔ بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا۔ کوئی مسئلہ ہو خواہ گھریلو ہو یا خاندانی ہو، جماعتی ہو یا غیر از جماعت احباب کا ہو بڑی خوش اسلوبی سے سمجھاتے تھے۔ بچوں کو بھی یہ سمجھاتے تھے کہ تم واقف زندگی کے بچے ہو اور ایک مربی کی اولاد ہو اس لیے ہمیشہ دین کو دنیا پر ترجیح دینی ہے اور اپنا اچھا نمونہ پیش کرنا ہے۔

باسط صاحب آئیوری کوسٹ میں مربی ہیں کہتے ہیں کہ فخر صاحب بطور مبلغ آئیوری کوسٹ تشریف لائے۔ بہت ملنسار، ہنس مکھ، اچھی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت کی خاص بات ان کی دل موہ لینے والی گفتگو تھی۔ جس سے ملتے اسے اپنا گرویدہ کر لیتے۔ پانچ سال تک اومے ریجن میں بطور مبلغ خدمت کی اور حسنِ اخلاق اور ہمدردی کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا اور ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر جانے کے لیے بعض غرباء کو کرایہ کی ادائیگی بھی خفیہ طور پر کر دیتے تھے۔ اور کہتے ہیں ان کے عرصۂ قیام کے دوران ان کی ریجن ہمیشہ حاضری میں اول رہی ہے۔ وہاں کے ایک لوکل معلم سمارو ہارون صاحب ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ اڑھائی

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی ماں کا فرض ہے کہ خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی نئی ایجادات کی برائیوں سے بچائے اور اپنی دینی اصلاح اور روحانیت میں ترقی کی فکر کرے۔ (پیغام بر موقع اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 2019ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں بڑی تاکید فرمائی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 / جنوری 2004ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم۔ بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم۔ اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

سال میں نے ان کے ساتھ کام کیا۔ بھائیوں کی طرح میرا خیال رکھا۔ جو بات خاص طور پر میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ انتہائی محنتی اور پرجوش مبلغ تھے۔ ہر کام بڑی ذمہ داری اور لگن سے کرتے تھے۔ جلد کام مکمل کرنے کی ایک دھن سوار ہوتی تھی چاہے وہ تبلیغ کا کام ہو، چندے کی وصولی کا ہو، جلسہ سالانہ کی تیاری کا ہو۔ تبلیغ کا یہ حال تھا کہ چاہتے تھے کہ ہر گاؤں میں جماعت کا پیغام جلد سے جلد پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی بیٹیوں اور بیوی کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ہر پریشانی اور مشکل سے آئندہ ان کو بچائے۔

تیسرا جنازہ مربی فخر احمد فرخ صاحب کے بیٹے احتشام احمد عبداللہ کا ہے۔ یہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا اپنے والد کے ساتھ ہی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے اور یہ آجکل فرسٹ ایئر میں پڑھ رہے تھے اور موصی تو نہیں تھے لیکن وصیت فارم فل (Fill) کیا تھا جمع نہیں کرایا تھا۔ بہرحال اگر فارم فل تھا تو کارپرداز اس پہ کارروائی کرسکتی ہے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں میرا بیٹا بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ نیک، صالح اور تابعدار تھا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ نمازوں کا پابند تھا۔ زعیم صاحب خدام الاحمدیہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا اور ڈیوٹی وغیرہ بڑی خوش اسلوبی سے دیتا تھا اور جس دن اس نے وفات پائی اس دن بھی اس نے مسجد میں ڈیوٹی دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اور اگلا جنازہ مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ابن میاں عبداللطیف صاحب ربوہ کا ہے جو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر تھے۔ 14؍ستمبر کو 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد علی صاحب کے پوتے تھے۔ قادیان کے تعلیم الاسلام کالج کے پہلے بیج میں شامل تھے۔ پارٹیشن کے بعد جب کالج لاہور منتقل ہوا تو تعلیم الاسلام کالج کے طالبعلم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اس وقت وہ پوری یونیورسٹی میں تعلیم الاسلام کالج کے واحد طالبعلم تھے۔ بعد میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے سکالرشپ پر جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں اکنامکس میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے امریکہ چلے گئے اور وہاں مسجد فضل میں رہائش رکھی اور فارغ ہو کر تبلیغی سرگرمیوں میں وہاں مصروف رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو پاکستان سے بے حد پیار تھا۔ انہوں نے اپنے کیریئر میں عالمی بینک جیسے بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مستقل طور پر کام کرنے کے باوجود ہمیشہ پاکستان میں ہی رہ کر کام کا انتخاب کیا۔ لمبا عرصہ سٹیٹ بینک آف پاکستان میں کام کیا اور مشیر کی حیثیت سے، ایڈوائزر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اپنے دور میں انہوں نے IMF اور ایشین ڈویلپمنٹ بینک جیسے اداروں کے ساتھ بہت ساری ملکی اور غیر ملکی اسائنمنٹس کامیابی کے ساتھ مکمل کیں۔ وزارتِ خزانہ میں بھی کچھ عرصہ کام کیا اور ایک وفاقی بجٹ بھی ان کی نگرانی میں تیار ہوا۔ آپ کو دو سال کے لیے آئی ایم ایف کی جانب سے سوڈان کی حکومت کے معاشی حالات، معاملات کے حل کے لیے خرطوم بھی بھیجا گیا۔

سٹیٹ بینک سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے جماعت کی خدمت کی خاطر ربوہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ معاشیات اور مذہب سے متعلق معاملات سامنے آنے پر ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ یہ کمیٹی جو بنی ہوئی تھی اس میں مَیں بھی ان سے مشورہ لیتا رہا ہوں۔ اس معاملے میں بہت صائب الرائے تھے اور اچھے مضامین لکھتے تھے۔ بڑی گہری نظر سے ان کی ہر تحقیق ہوتی تھی اور اس پہ جو اس کا عملی حل ہے وہ پیش کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض کتابیں بھی ہیں جن میں ''اسلام کی بنیادی باتیں'' انگریزی میں ہے۔ ''اسلام، فلسفۂ حیات اور معاشی اصول'' یہ بھی انگریزی میں ہے۔ ''حرمتِ سود'' یہ اردو میں ہے۔ ''حصولِ رزق'' یہ بھی اردو میں ہے۔ 1989ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر وقف کر کے تاشقند یونیورسٹی میں معاشیات کی تدریس کے لیے ازبکستان چلے گئے۔ وہاں چھ ماہ تک خدمات سرانجام دیں۔ پھر ایک کمیٹی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بنائی ہوئی تھی جو رہن اور سودی معاملات کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے تھی۔ یہ علماء اور ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تھی اور اس کی ایک سب کمیٹی بھی تھی اس کے آپ ممبر تھے اور مَیں نے بھی اس میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ بڑی گہرائی سے جیسا کہ مَیں نے کہا ہر بات کرتے تھے۔ بڑے ٹھوس دلائل کے ساتھ بات کرتے تھے۔ سودی نظام کے اوپر کئی مضامین انہوں نے مجھے بھی لکھ کر بھیجے ہوئے ہیں اور بڑے اچھے وہ مضامین ہیں۔ مزید اس پہ ان شاء اللہ غور ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ آئندہ جو سودی نظام کے خلاف، اس کے مقابلے پہ جو نظام پیش ہونا ہے اس میں ان کی بعض آراء کو بھی شامل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اس کی اطاعت فرض

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 497)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپیور، صوبہ تامل ناڈو)

تحریک جدید کے 87ویں سال کے آغاز کا بابرکت اعلان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 6؍نومبر 2020ء کو بمقام مسجد مبارک اسلام آباد یو.کے اپنے بصیرت افروز خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے 87 ویں سال کے آغاز کا بابرکت اعلان فرمایا۔

تحریک جدید کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسے بانی تحریک جدید سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ''جہاد کبیر'' اور اس جہاد میں حصہ لینے والوں کو بدری صحابہؓ کے ثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔ نیز اسے دیگر تمام طوعی چندوں کے مقابلہ میں لازمی چندہ کی حیثیت دی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے اس چندہ کو لازمی کر دیا ہے۔ جماعت کے ہر مرد اور عورت پر فرض ہے کہ اس میں حصہ لے''

(ارشاد حضرت مصلح موعودؓ بحوالہ روزنامہ الفضل 5 نومبر 1963ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

''چندہ عام کے بعد سب سے زیادہ اہم تحریک جو عمومی طور پر جماعت کیلئے جاری فرمائی گئی ہے وہ تحریک جدید کا چندہ ہے کیونکہ اس کا تعلق ساری دنیا میں اشاعت اسلام سے ہے۔''

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، فرمودہ 5؍نومبر 1993)

موجودہ نامساعد حالات میں دنیا کی معیشت کو غیر معمولی نقصان پہنچا ہے۔ ان حالات میں کفایت شعاری کو اختیار کرتے ہوئے ہر فرد جماعت کو چندوں کی ادائیگی کرنی چاہئے اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ اپنے خطبہ جمعہ 28؍نومبر 1952ء میں فرماتے ہیں:

''ہم نے تحریک جدید کے اجراء کے ساتھ ساتھ کفایت کا سلسلہ اس لئے شروع کیا تھا کہ انسان پر قحط کا وقت بھی آتا ہے، جب ایسا وقت آجائے تو وہ اشاعت اسلام میں سستی نہ کرے۔ وہ برابر چندے دے تا کہ کام رکے نہیں۔ جب اسے سادگی کی عادت ہوگی تو لازماً خرچ بھی کم ہوگا اور جب خرچ کم ہوگا تو وہ قحط میں بھی چندے ادا کر سکے گا۔ لیکن جو شخص رفاہیت اور کھانے پینے میں تکلفات کا عادی ہے، وہ شخص چندوں میں بھی سُست ہو جائے گا۔ بے شک مومن تو ہر حالت میں مالی قربانی کرے گا لیکن جو کمزور ایمان والا ہے، وہ سہولت کے دنوں میں تو چندے دے گا لیکن جب قحط کی حالت ہوگی تو وہ چندوں میں سستی کرے گا اور اس طرح اپنے ثواب کو کم کرے گا۔''

تحریک جدید کے معیار قربانی کے ضمن میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص اپنی ایک ماہ کی آمد کا نصف دے دیتا ہے مثلاً اس کی سو روپیہ ماہوار آمد ہے تو وہ پچاس روپے لکھوا دے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے اچھی قربانی کی ہے اور اگر وہ ایک ماہ کی پوری آمد یعنی سو کی سو روپے ہی بطور وعدہ لکھوا دے تو ہم سمجھیں گے کہ اس نے تکلیف اُٹھا کر قربانی کی ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 4؍دسمبر 1953)

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال نو کے وعدہ و وصولی کیلئے جماعت احمدیہ بھارت کو نیا ٹارگٹ مرحمت فرمایا ہے جسے پورا کرنے کیلئے وعدوں میں کم از کم دس فیصد اضافہ کیا جانا ضروری ہے۔ لہٰذا تحریک جدید کے جہاد کبیر میں اپنے سالانہ وعدوں میں کم از کم 10% اضافہ کرنے کی دردمندانہ درخواست ہے۔ آپ کی یہ قربانی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق یقیناً آپ اور آپ کی اولاد کے حق میں صدقہ جاریہ کے ثواب کی حامل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو پیارے آقا کی نیک توقعات پر پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسکے نتیجہ میں آپ کو بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا وارث کرے۔ آمین۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

ضروری تصحیح

اخبار بدر 26؍نومبر 2020 شمارہ نمبر 48 میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ 6؍نومبر 2020 شائع ہوا ہے۔ اس خطبہ میں صفحہ نمبر 6 کالم نمبر 2 پر یہ جملہ شائع ہوا ہے:

''اللہ کے فضل سے اس سال جماعتہائے احمدیہ عالمگیر کو تحریک جدید کے مالی نظام میں 14.5 ملین یعنی ایک کروڑ چون لاکھ پاؤنڈ مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی''

یہ ایک کروڑ چون لاکھ کی بجائے ایک کروڑ پینتالیس لاکھ ہے، احباب درستی فرمالیں۔

اسی طرح صفحہ 3 پر خطبہ جمعہ کے عنوان میں بھی یہ درستی ہوگی۔ احباب اس کی تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

منافقوں اور مؤمنوں کی حالت کا بیان

اِس موقع پر (جنگ احزاب کے موقع پر۔ ناقل) منافق تو اتنے گھبرا گئے کہ قومی حمیت اور اپنے شہر اور اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا خیال بھی اُن کے دلوں سے نکل گیا۔ مگر چونکہ اپنی قوم کے سامنے وہ ذلیل بھی نہیں ہونا چاہتے تھے اس لئے اُنہوں نے بہانے بہانے سے لشکر سے فرار کی صورت سوچی۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا یعنی ایک گروہ اُن میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اجازت طلب کی کہ اُنہیں محاذِ جنگ سے پیچھے لوٹ آنے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ اُنہوں نے کہا (اب یہودی بھی مخالف ہو گئے ہیں اور اُس طرف سے مدینہ کے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں) اور ہمارے گھر اُس علاقہ کی طرف سے بے حفاظت کھڑے ہیں (پس ہمیں اجازت دیجئے کہ جا کر اپنے گھروں کی حفاظت کریں) لیکن اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے گھر بے حفاظت کھڑے ہیں بالکل غلط ہے۔ وہ بے حفاظت نہیں ہیں (کیونکہ خدا تعالیٰ مدینہ کی حفاظت کیلئے کھڑا ہے) وہ تو صرف ڈر کے مارے میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ اُس وقت مسلمانوں کی جو حالت تھی اُس کا نقشہ قرآن کریم نے یوں کھینچا ہے۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا یعنی یاد تو کرو جب تم پر لشکر چڑھ کے آ گیا تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی۔ یعنی نیچے کی طرف سے کفّار اور اُوپر کی طرف سے یہود۔ جب کہ نظریں کج ہونے لگ گئیں اور دل اُچھل اُچھل کر گلے تک آنے لگے اور تم میں سے کئی خدا کی نسبت بدظنیاں کرنے لگ گئے۔ اُس وقت مؤمنوں کے ایمان کا امتحان لیا گیا اور مؤمنوں کو سر سے پیر تک ہلا دیا گیا اور یاد کرو جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا اُنہوں نے کہنا شروع کیا ’’اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے جھوٹے وعدے کئے تھے‘‘ اور یاد کرو جب اُن میں سے ایک گروہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اُنہوں نے مؤمنوں سے بھی جا جا کر کہنا شروع کر دیا کہ اب کوئی چوکی یا قلعہ تمہیں بچا نہیں سکتا پس یہاں سے بھاگ جاؤ۔ اور مؤمنوں کی نسبت فرماتا ہے۔ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۝ یعنی منافقوں اور کمزور ایمان والوں کے مقابلہ میں مؤمنوں کا یہ حال تھا کہ جب اُنہوں نے دشمن کا یہ لشکر جرار دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ اس لشکر کے متعلق تو اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے ہی ہم کو خبر دے چھوڑی تھی۔ اس لشکر کا حملہ تو اللہ اور اس کے رسول کی صداقت کا ثبوت ہے اور یہ لشکر جرار اُن کے ایمان کو ہلا نہ سکا۔ بلکہ ایمان اور طاقت میں مسلمان اور بھی زیادہ ہو گئے۔ مؤمنوں کا تو یہ حال ہے کہ اُنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اُس کو وہ پورے طور پر نبھا رہے ہیں چنانچہ کچھ تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی جانیں دے کر اپنے مقصد کو حاصل کر لیا اور بعض ایسے ہیں کہ گو اُن کو جانیں دینے کا موقع تو نہیں ملا مگر وہ ہر وقت اس بات کی انتظار میں رہتے ہیں کہ اُن کو خدا کے رستہ میں جان دینے کا موقع ملے تو وہ جان دے دیں اور شروع دن سے اُنہوں نے خدا تعالیٰ سے جو عہد باندھا تھا اُس کو نبھا رہے ہیں۔

اِسلام میں مردہ لاش کا احترام

دشمن جو خندق پر حملہ کر رہا تھا بعض وقت وہ اُس کے پھاندنے میں کامیاب بھی ہو جاتا تھا، چنانچہ ایک دن کفّار کے بعض بڑے بڑے جرنیل خندق پھاند کر دوسری طرف آنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں نے ایسا جان توڑ حملہ کیا کہ سوائے واپس جانے کے اُن کیلئے کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ اُس وقت خندق پھاندتے ہوئے کفّار کا ایک بہت بڑا رئیس نوفل نامی مارا گیا۔ یہ اتنا بڑا رئیس تھا کہ کفّار نے یہ خیال کیا کہ اگر اس کی لاش کی ہتک ہوئی تو عرب میں ہمارے لئے منہ دکھانے کی کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ چنانچہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ اِس کی لاش واپس کر دیں تو وہ دس ہزار درہم آپ کو دینے کیلئے تیار ہیں۔ اُن لوگوں کا تو خیال یہ تھا کہ شاید جس طرح ہم نے مسلمان رؤساء بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ناک اور کان اُحد کی جنگ میں کاٹ دیئے تھے اِسی طرح شاید آج مسلمان ہمارے اس رئیس کے ناک، کان کاٹ کر ہماری قوم کی بے عزتی کریں گے۔ مگر اسلام کے احکام تو بالکل اَور قسم کے ہیں۔ اسلام لاشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ کفّار کا پیغام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ اِس لاش کو ہم نے کیا کرنا ہے یہ لاش ہمارے کس کام کی ہے کہ اس کے بدلہ ہم تم سے کوئی قیمت لیں۔ اپنی لاش بڑے شوق سے اُٹھا کر لے جاؤ ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

اتحادی فوجوں کے مسلمانوں پر حملے

اُن دنوں جس جوش کے ساتھ کفار حملہ کرتے تھے میور اُس کا اِن الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔ ’’دوسرے دن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیکھا کہ اتحادی فوجیں متفقہ طور پر اُن پر حملے کرنے کیلئے تیار کھڑی ہیں، اُن کے حملوں کو روکنے کیلئے بہت زیادہ ہوشیار اور ہر وقت چوکس رہنا ضروری تھا۔ کبھی وہ متفقہ حملہ کرتے، کبھی دستوں میں تقسیم ہو کر مختلف چوکیوں پر حملہ کرتے اور جب کسی چوکی کو کمزور پاتے تو اپنی ساری فوج اُس جگہ پر جمع کر لیتے اور بے پناہ تیر اندازی کے پردہ میں وہ خندق پار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یکے بعد دیگرے خالد اور عمرو جیسے مشہور لیڈروں کی ماتحتی میں فوج بہادرانہ حملہ شہر میں داخل ہونے کیلئے کرتی۔ ایک دفعہ تو خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیمہ دشمن کی زد میں آ گیا لیکن مسلمانوں کے فدائیانہ مقابلہ اور تیروں کی بوچھاڑ نے حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دیا۔ یہ حملہ سارا دن جاری رہا اور چونکہ مسلمانوں کی فوج ساری مل کر بمشکل خندق کی حفاظت کر سکتی تھی کوئی آرام کا وقفہ مسلمانوں کو نہ ملا۔ رات پڑ گئی مگر رات کو بھی خالد کے ماتحت دستوں نے لڑائی کو جاری رکھا اور مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ رات کو بھی اپنی چوکیوں کی حفاظت پورے طور پر کریں۔ لیکن دشمن کی یہ تمام کوششیں بیکار گئیں۔ خندق کو کبھی بھی دشمن کے کافی سپاہی پار نہ کر سکے۔‘‘

لیکن باوجود اس کے کہ جنگ دو روز سے ہو رہی تھی سپاہی ایک دوسرے کے ساتھ گتھ جانے کا موقع نہیں پاتے تھے اس لئے چوبیس گھنٹہ کی جنگ میں اتحادیوں کے صرف تین آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کے پانچ۔ اس حملہ میں سعد بن معاذؓ اوس قبیلہ کے رئیس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی صحابی مُہلک طور پر زخمی ہوئے۔ اِن حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جگہ خندق کے کنارے ٹوٹ گئے اور اُس طرف سے حملہ کرنا بہت ممکن ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت اور مسلمانوں کی خیرخواہی کا یہ حال تھا کہ آپ سردی میں رات کو اُٹھ اُٹھ کر اُس جگہ جاتے اور اُس کا پہرہ دیتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ پہرہ دیتے ہوئے تھک جاتے اور سردی سے نڈھال ہو جاتے تو واپس آ کر تھوڑی دیر میرے ساتھ لحاف میں لیٹ جاتے، مگر جسم کے گرم ہوتے ہی پھر اُس شگاف کی حفاظت کیلئے چلے جاتے۔ اِس طرح متواتر جاگنے سے آپ ایک دن بالکل نڈھال ہو گئے اور رات کے وقت فرمایا کاش! اِس وقت کوئی مخلص مسلمان ہوتا تو میں آرام سے سو جاتا۔ اتنے میں باہر سے سعد بن وقاص کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا آپ کا پہرہ دینے کو۔ آپ نے فرمایا مجھے پہرہ کی ضرورت نہیں تم فلاں جگہ جہاں خندق کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے جاؤ اور اُس کا پہرہ دو تا مسلمان محفوظ رہیں۔ چنانچہ سعدؓ اُس جگہ کا پہرہ دینے چلے گئے اور آپ سو گئے۔

(عجیب بات ہے کہ جب آپ شروع شروع میں مدینہ تشریف لائے تھے اور خطرہ بہت بڑھا ہوا تھا تب بھی سعدؓ پہرہ دینے کیلئے تشریف لائے تھے) اِنہی ایام میں آپ نے ایک دن کچھ لوگوں کے اسلحہ کی آواز سُنی اور پوچھا کون ہے؟ تو عباد بن بشر نے کہا میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ اُنہوں نے کہا ایک جماعت صحابہ کی ہے جو آپ کے خیمہ کا پہرہ دینے کیلئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اِس وقت مشرکین خندق پھاندنے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں جاؤ اور اُن کا مقابلہ کرو میرے خیمہ کو رہنے دو۔ (باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 126 تا 132 مطبوعہ قادیان 2014ء)

ارشاد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس

دعا کی طرف ہر وقت توجہ دیتے رہنا چاہئے، کیا پتہ کس وقت وہ گھڑی آجائے جو قبولیت دعا کی گھڑی ہو، قبولیت دعا کا وقت ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 نومبر 2003ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے لیکن مانگنے والے مانگنے سے تھکیں نہیں، بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 نومبر 2003ء)

طالب دعا: عبدالرحمٰن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اڈیشہ)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(141) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب حضور کو وَسِّعْ مَكَانَكَ (یعنی اپنا مکان وسیع کر) کا الہام ہوا تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ مکانات بنوانے کیلئے تو ہمارے پاس روپیہ ہے نہیں اس حکم الٰہی کی اس طرح تعمیل کر دیتے ہیں کہ دو تین چھپر بنوا لیتے ہیں ۔ چنانچہ حضور نے مجھے اس کام کے واسطے امرتسر حکیم محمد شریف صاحب کے پاس بھیجا جو حضور کے پرانے دوست تھے اور جن کے پاس حضور اکثر امرتسر میں ٹھہرا کرتے تھے تا کہ میں ان کی معرفت چھپر باندھنے والے اور چھپر کا سامان لے آؤں ۔ چنانچہ میں جا کر حکیم صاحب کی معرفت امرتسر سے آدمی اور چھپر کا سامان لے آیا اور حضرت صاحب نے اپنے مکان میں تین چھپر تیار کروائے یہ چھپر کئی سال تک رہے ۔ پھر ٹوٹ پھوٹ گئے ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ بات دعویٰ مسیحیت سے پہلے کی ہے نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ توسیع مکان سے مراد کثرت مہمانان و ترقی قادیان بھی ہے۔

(143) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب نے کہ جب منشی احمد جان صاحب مرحوم لدھیانوی پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے تو حضرت صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے جس طریق کو اختیار کیا ہے اس میں خاص کیا کمال ہے ۔ منشی صاحب نے کہا میں جس شخص پر توجہ ڈالوں تو وہ بے تاب ہو کر زمین پر گر جاتا ہے ۔ حضرت صاحب نے فرمایا تو پھر نتیجہ کیا ہوا؟ منشی صاحب موصوف کی طبیعت بہت سعید اور ذہین واقع ہوئی تھی بس اسی نکتہ سے ان پر سب حقیقت کھل گئی اور وہ اپنا طریق چھوڑ کر حضرت صاحب کے معتقد ہو گئے ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ قرون اولی کے بعد اسلام میں صوفیوں کے اندر توجہ کے علم کا بڑا چرچا ہو گیا تھا ۔ اور اس کو روحانیت کا حصہ سمجھ لیا گیا تھا حالانکہ یہ علم دنیا کے علوم میں سے ایک علم ہے جسے روحانیت یا اسلام سے کوئی خاص تعلق نہیں اور مشق سے ہر شخص کو خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اپنی استعداد کے مطابق حاصل ہو سکتا ہے اور تعلق باللہ اور اصلاح نفس کے ساتھ اسے کوئی واسطہ نہیں ۔ لیکن چونکہ نیک لوگ اپنی قلبی توجہ سے دوسرے کے دل میں ایک اثر پیدا کر دیتے تھے جس سے بعض اوقات وقتی طور پر وہ ایک سرور محسوس کرتا تھا اس لئے اسے روحانیت سمجھ لیا گیا اور چونکہ فَيْجِ اَعْوَج کے زمانہ میں حقیقی تقویٰ و طہارت اور اصلاح نفس اور تعلق باللہ بالعموم معدوم ہو چکا تھا اور علمی طور پر توجہ کے فلسفہ کو بھی دنیا ابھی عام طور پر نہیں سمجھتی تھی اس لئے یہ باتیں طبقہ صوفیا میں رائج ہو گئیں اور پھر آہستہ آہستہ ان کا اثر اتنا وسیع ہوا کہ بس انہی کو روحانی کمال سمجھ لیا گیا اور اصل روح جس کی بقا کے واسطے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا سمجھ کر اس جسم کو ابتدا میں اختیار کیا گیا تھا نظر سے اوجھل اور دل سے محو ہو گئی لیکن مسیح موعود کے زمانہ میں جو آخَرِيْنَ مِنْهُمْ کا زمانہ ہے حقیقت حال منکشف کی گئی چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے منشی صاحب کو یہ فرمایا کہ اگر آپ نے کسی شخص کو اپنی توجہ سے گرا لیا تو اس کا نتیجہ یا فائدہ کیا ہوا یعنی دینی اور روحانی لحاظ سے اس توجہ نے کیا فائدہ دیا کیونکہ یہ بات تو مشق کے ساتھ ایک دہریہ بھی اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے تو منشی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو پتہ لگ گیا کہ خواہ ہم علم توجہ میں کتنا بھی کمال حاصل کر لیں لیکن اگر لوگ حقیقی تقویٰ و طہارت اور تعلق باللہ کے مقام کو حاصل نہیں کرتے تو یہ بات روحانی طور پر کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی ۔ واقعی منہاج نبوت کے مقابلہ میں جس پر حضرت مسیح موعودؑ کو قائم کیا گیا اور جس نے روحانیت کا ایک سورج چڑھا دیا، یہ دود آمیز مکدر اور عارضی روشنی جس سے بسا اوقات ایک چور بھی لوگوں کے قلوب سے ایمان و اسلام کا اثاثہ چرانے کی نیت سے اپنی سیاہ کاری میں مدد بنا سکتا ہے کب ٹھہر سکتی تھی ۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی احمد جان صاحب لدھیانوی ایک بڑے صوفی مزاج آدمی تھے اور اپنے علاقہ کے ایک مشہور پیر سجادہ نشین تھے مگر افسوس کہ حضرت صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے پہلے ہی فوت ہو گئے ۔ ان کو حضرت مسیح موعودؑ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو مخاطب کر کے یہ شعر فرمایا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

منشی صاحب موصوف کی لڑکی سے حضرت خلیفہ اوّل کی شادی ہوئی اور حضرت مولوی صاحب کی سب نرینہ اولاد انہی کے بطن سے ہے ۔ منشی صاحب کے دونوں صاحبزادے قادیان میں ہی ہجرت کر کے آ گئے ہوئے ہیں اور منشی صاحب کے اکثر بلکہ قریباً سب متبعین احمدی ہیں ۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب منشی صاحب مرحوم سے خود نہیں ملے لہٰذا انہوں نے کسی اور سے یہ واقعہ سنا ہو گا۔

(144) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آ گئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی ۔ حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آ گئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے ۔ صرف ان چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا، جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا لیکن زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کیا جاوے ۔ میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں ۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں ۔ تم زردہ کا برتن میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت صاحب نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو خدا برکت دے گا ۔ چنانچہ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ زردہ سب کے واسطے آیا اور سب نے کھایا اور پھر کچھ بچ بھی گیا ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب میاں عبداللہ صاحب نے یہ روایت بیان کی تو مولوی عبدالمغنی صاحب بھی پاس تھے انہوں نے کہا کہ سید فضل شاہ صاحب نے بھی یہ روایت بیان کی تھی ۔ میاں عبداللہ صاحب نے کہا اچھا تب تو اس روایت کی تصدیق بھی ہو گئی ۔ شاہ صاحب بھی اس وقت موجود ہوں گے ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دوسرے دن میاں عبداللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے سید فضل شاہ صاحب سے پوچھا ہے وہ بھی اس وقت موجود تھے اور ان کو یہ روایت یاد ہے ۔ اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ مجھ سے یہ گھر والی بات خود حضرت صاحب نے بیان فرمائی تھی ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ روایت سن کر حضرت والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ واقعہ یاد ہے انہوں نے کہا کہ خاص یہ واقعہ تو مجھے یاد نہیں لیکن ایسا ضرور ہوا ہو گا ۔ کیونکہ ایسے واقعات بار ہا ہوئے ہیں ۔ میں نے پوچھا کس طرح ۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا یہی کہ تھوڑا کھانا تیار ہوا اور پھر مہمان زیادہ آ گئے ۔ مثلاً پچاس کا کھانا ہوا تو سو آ گئے ۔ لیکن وہی کھانا حضرت صاحب کے دم سے کافی ہو جاتا رہا ۔ پھر حضرت والدہ صاحبہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحب کے واسطے ایک مرغ لایا ۔ میں نے حضرت صاحب کے واسطے اس کا پلاؤ تیار کرایا اور وہ پلاؤ اتنا ہی تھا کہ بس حضرت صاحب ہی کے واسطے تیار کروایا تھا مگر اسی دن اتفاق ایسا ہوا کہ نواب صاحب نے اپنے گھر میں دھونی دلوائی تو نواب صاحب کے بیوی بچے بھی ادھر ہمارے گھر آ گئے اور حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ ۔ میں نے کہا کہ چاول تو بالکل ہی تھوڑے ہیں صرف آپ کے واسطے تیار کروائے تھے ۔ حضرت صاحب نے فرمایا چاول کہاں ہیں پھر حضرت صاحب نے چاولوں کے پاس آ کر ان پر دم کیا اور کہا اب تقسیم کر دو ۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ان چاولوں میں ایسی برکت ہوئی کہ نواب صاحب کے سارے گھر نے کھائے اور پھر بڑے مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحب) اور مولوی عبد الکریم صاحب کو بھی بھجوائے گئے اور قادیان میں اور بھی کئی لوگوں کو دیئے گئے ۔ اور چونکہ وہ برکت والے چاول مشہور ہو گئے تھے اس لئے کئی لوگوں نے آ آ کر ہم سے مانگے اور ہم نے سب کو تھوڑے تھوڑے تقسیم کئے اور وہ سب کیلئے کافی ہو گئے ۔

(145) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا ہم سے شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی نے کہ ایک دفعہ جب ابھی حضرت صاحب نے مسیحیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا میں نے پٹیالہ میں پٹیالہ کے ایک باشندہ محمد حسین کا وعظ سنا ۔ یہ شخص اب مر چکا ہے اور اس کا خاتمہ حضرت صاحب کی مخالفت پر ہوا تھا مگر میں نے سنا کہ وہ لوگوں کو یہ وعظ کر رہا تھا کہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ معجزے سنتے ہیں کہ آپکی برکت سے کھانا زیادہ ہو گیا یا تھوڑا سا پانی اتنا بڑھ گیا کہ بہت سے آدمی سیراب ہو گئے تو وہ حیران ہوتے ہیں اور ان باتوں کا یقین نہیں کرتے حالانکہ خدا کی قدرت سے یہ باتیں بالکل ممکن ہیں ۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی بزرگوں اور اولیاء اللہ سے ایسے خوارق ظہور میں آ جاتے ہیں ۔ پھر اس نے ایک واقعہ سنایا کہ میں ایک دفعہ انبالہ میں حضرت مرزا صاحب کی ملاقات کو گیا ۔ وہاں اندر سے ان کے واسطے کھانا آیا جو صرف ایک دو آدمیوں کی مقدار کا کھانا تھا ۔ مگر ہم سب نے کھایا اور ہم سب سیر ہو گئے حالانکہ ہم دس بارہ آدمی تھے ۔ شیخ کرم الٰہی صاحب بیان کرتے تھے کہ دعویٰ مسیحیت پر اس شخص کو ٹھوکر لگی اور وہ مخالف ہو گیا ۔ اور اب وہ مر چکا ہے۔

(146) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بیان کیا ہم سے حافظ روشن علی صاحب نے کہ ان سے ڈاکٹر محمد اسماعیل خاں صاحب مرحوم نے بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ جب کوئی جلسہ وغیرہ کا موقعہ تھا اور ہم لوگ حضرت صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور مہمانوں کیلئے باہر پلاؤ زردہ وغیرہ پک رہا تھا کہ حضرت صاحب کے واسطے اندر سے کھانا آ گیا ۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہ بہت عمدہ کھانا ہو گا لیکن دیکھا تو تھوڑا سا خشکہ تھا اور کچھ دال تھی اور صرف ایک آدمی کی مقدار کا کھانا تھا ۔ حضرت صاحب نے ہم لوگوں سے فرمایا آپ بھی کھانا کھا لیں چنانچہ ہم بھی ساتھ شامل ہو گئے ۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے تھے کہ اس کھانے سے ہم سب سیر ہو گئے ۔ حالانکہ ہم بہت سے آدمی تھے ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے تعجب آیا کرتا ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے کا دم بھرنے والے لوگ خوارق کے ظہور کے متعلق کیوں شک کرتے ہیں ۔ جب یہ بات مان لی گئی ہے کہ ایک قادر مطلق خدا موجود ہے جس کے قبضۂ تصّرف میں یہ سارا عالم ہے ۔ اور جو اشیاء اور خواصِ اشیاء کا خالق و مالک ہے تو پھر خوارق کا وجود کس طرح مشتبہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خدا جس نے مثلاً کھانے میں یہ خاصیت ودیعت کی تھی کہ اس قدر کھانا ایک آدمی کیلئے کافی ہو ۔ کیا وہ اپنی تقدیر خاص سے کسی مصلحت کی بنا پر اس میں وقتی طور پر یہ خاصیت نہیں رکھ سکتا کہ وہی کھانا مثلاً دس آدمی کا پیٹ بھر دے یا بیس آدمی کو سیر کر دے؟ اگر اشیاء کے خواص خدا کی طرف سے قائم شدہ تسلیم کئے جاویں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ بعض مصالح کے ماتحت ان میں وقتی طور پر تغیر تبدل پر خدا کیوں نہیں قادر ہو سکتا اگر وہ قادر مطلق ہے تو ہر اک امر جو قدرت کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے اس کے اندر تسلیم کرنا پڑے گا ۔ اسی طرح باقی تمام صفات کا حال ہے اور یہ جو ہم کو تعلیم دی گئی ہے کہ تقدیر پر ایمان لاؤ تو اس سے مراد یہی ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ نہ صرف یہ کہ خواص الاشیاء تمام خدا کی طرف سے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ اپنی تقدیر خاص سے ان میں تغیر تبدل بھی کر سکتا ہے گویا ہم تقدیر عام اور تقدیر خاص ہر دو پر ایمان لائیں یعنی اول ہم یہ ایمان لائیں کہ مثلاً آگ میں جو جلانے کی صفت ہے یہ خود بخود نہیں بلکہ خدائی حکم کے ماتحت ہے اور پھر ہم یہ ایمان لائیں کہ خدا تعالیٰ جب چاہے اسکی اس صفت کو مبدّل معطل یا منسوخ کر سکتا ہے اور پھر ہم یہ بھی ایمان لائیں کہ اپنی ہستی کو محسوس و مشہود کرانے کیلئے خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ بعض اوقات ایسا کرتا بھی ہے اور دنیا کو اپنی تقدیر خاص کے جلوے دکھاتا ہے کیونکہ ایمان باللہ اس کے بغیر مستحکم نہیں ہو سکتا ۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا بلکہ حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے ۔ اس لئے جب خدائی مصلحت تقاضا کرتی ہے تب ہی کوئی خارق عادت امر ظاہر ہوتا ہے اور پھر اسی طریق پر ظاہر ہوتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے یہ نہیں کہ نشان کا طالب جب چاہے اور جس طریق پر چاہے اسی طریق پر نشان ظاہر ہو ۔ خدا کسی کا محتاج نہیں بندے اسکے محتاج ہیں اور ضرورت کا فیصلہ کرنا بھی اسی کا کام ہے ۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT

طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695

#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

انصار اللہ کو عبادت کا حق ادا کرنے والا ہونا چاہئے

جب آپ کہتے ہیں نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم لوگ کامیاب ہو جاؤ گے

پس ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم فلاح کے راستے تلاش کرتے چلے جائیں اور ان راستوں پر قدم مارتے چلے جائیں

پس اطاعت کے نمونے دنیا کو دکھا دیں، اخلاص کے نمونے دنیا کو دکھا دیں، خلافت کیلئے ہر قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہنے کے نمونے دنیا کو دکھا دیں، تبلیغ کے نمونے بڑی شان سے دنیا کو دکھا دیں، تربیت کے نمونے پہلے سے بڑھ کر اپنے گھروں میں قائم کریں، دعا اور عبادت کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ کرنے والے ہوں

اصل اصول یہ ہے اور اس کو پکڑے رکھیں کہ اخلاص، وفا، اطاعت اور کامل فرمانبرداری دکھاتے ہوئے انصار اللہ نے آگے بڑھتے چلے جانا ہے

خطاب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع اختتامی اجلاس، سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یو.کے بتاریخ 26/اکتوبر 2008ء بمقام اسلام آباد، یو.کے

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ
وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ-
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ-
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ-الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ-
مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ-اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ-
اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ-
صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۙ۬
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ-

الحمد للہ کہ آج انصار اللہ کا اجتماع اختتام کو پہنچ رہا ہے۔صدر صاحب انصار اللہ کو کافی فکر تھی۔میرے خیال میں انہوں نے رپورٹوں میں اظہار بھی کیا اور کچھ انصار کی طرف سے بھی اس قسم کا اظہار تھا کہ اسلام آباد میں ٹھنڈا موسم ہونے کی وجہ سے شاید ہم نہ آسکیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال بھی کافی بہتر حاضری ہے۔اس سال خلافت جوبلی کے حوالہ سے ہر فنکشن جو جماعت میں ہو رہا ہے، چاہے وہ ذیلی تنظیموں کے فنکشن ہیں یا جماعتی فنکشن ہیں، حتی الوسع خاص طور پر بڑے اہتمام سے منعقد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ہر ایک کی خواہش ہے کہ اس میں مَیں بھی شامل ہوں۔گزشتہ سال کسی وجہ سے میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔اس سال بھی جو پہلی تاریخیں دس اکتوبر کی رکھی گئی تھیں ان میں مَیں سفر کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکتا تھا۔تو اس لحاظ سے مَیں نے صدر صاحب انصار اللہ کو معذرت کر دی تھی کہ اجتماع کر لیں۔لیکن پھر عاملہ نے فیصلہ کیا کہ تاریخیں آگے کر دی جائیں۔گو موسم ان دنوں میں مزید ٹھنڈا ہو گیا ہے لیکن بہرحال جب انہوں نے آگے کیا تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ مَیں شامل ہوتا کیونکہ بہانہ کوئی نہ رہا تھا۔بہرحال 10/اکتوبر کو جو شروع ہونا تھا اور 12 کو اختتام تو اس میں بھی نہ شامل ہونے کا بہانہ نہیں تھا۔ایک مجبوری تھی کہ فرانس کی مسجد کے افتتاح کیلئے انہیں تاریخیں دے چکا تھا اور جیسا کہ سب لوگوں نے دیکھا کہ فرانس کی مسجد کا افتتاح بڑی تاریخی اہمیت کا حامل تھا اور اُس کی وجہ سے فرانکوفون ممالک میں اور دنیا کے بہت سارے ممالک میں احمدیت کو بہت تعارف حاصل ہوا ہے۔اس لحاظ سے بہرحال اس کی اپنی اہمیت تھی اُس کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

اگر انصار اللہ کی صرف یہ خواہش ہے کہ مَیں اُس میں شامل ہوں اس لئے کہ ان کے پروگرام زیادہ ہائی لائٹ (Highlight) ہو جاتے ہیں، ایم ٹی اے پر دکھائے جاتے ہیں اور اسکی اہمیت بڑھ جاتی ہے تو بالکل بے فائدہ ہے لیکن اگر اس لئے ہے کہ ہم انصار اللہ ہیں اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے جس میں اخلاص اور وفا کا اظہار ہوتا ہو تو پھر واقعی آپ کا یہ تاریخیں تبدیل کرنا اور سارا اجتماع ان تاریخوں میں منتقل کرنا قابلِ ستائش ہے۔بس اصل اصول یہ ہے اور اس کو پکڑے رکھیں کہ اخلاص، وفا، اطاعت اور کامل فرمانبرداری دکھاتے ہوئے انصار اللہ نے آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔

اس مضمون پر مَیں پہلے بلجیم میں بھی اور یہاں بھی روشنی ڈال چکا ہوں۔تاریخ ہمیں جن انصار اللہ کا بتاتی ہے وہ یسوع مسیح کے حواری تھے اور انہوں نے حواریوں سے پوچھا کہ کون ہوں گے میرے مددگار؟ تو حواریوں نے جواب دیا کہ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ۔حواری کا کیا مطلب ہے؟ کیا حواری وہ تھے جو اس وقت فوری طور پر ایمان لائے تھے اور یہ کافی ہو گیا۔اور وہ جو حضرت مسیح کو اچھا سمجھنے والے تھے یا صرف وہ جو کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لے آئے۔باقی عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔یہ کافی ہو گیا۔اگر اس کے گہرے مطالب دیکھے جائیں تو حواری وہ لوگ ہیں کہ جن سے قربانیاں مانگی جا رہی ہیں۔اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو مکمل طور پر دین کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا وعدہ کرنے والے ہوں۔اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جو دین کی اشاعت میں مددگار بننے والے ہوں۔اور ایک اس کا یہ مطلب ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے پاک نمونے قائم کرنے والے ہوں۔اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ انتہائی قابلِ اعتماد ساتھی بننے کا عہد کرنے والے ہوں۔اور پھر یہ کہ اس حد تک وفادار اور ایماندار ہوں کہ کوئی چیز ان کی وفا اور ایمان کے آڑے نہ آئے۔اور اس وجہ سے پھر وہ بہترین مشیر بننے والے ہوں، مشورے دینے والے ہوں اور پھر یہ کہ دوستی کا حق نبھانے والے دوست ہوں۔یہ نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ ہم دوست ہیں اور جب وقت آئے تو دوست کو چھوڑ کر چلے جائیں۔پھر یہ کہ ان میں ایسا رشتہ ہونا چاہئے کہ جو تمام رشتوں پر حاوی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہدِ بیعت میں جو شرائط رکھی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میرے سے وفا اور اطاعت کا، وفاداری، فرمانبرداری اور خلوص کا جو تعلق ہے وہ سب رشتوں سے بڑھ کر ہوگا۔یہ عہد آپ نے قبول کیا ہے اور یہ عہد آپ انصار کے اجتماع میں دہراتے بھی رہتے ہیں۔گو ان الفاظ میں نہیں لیکن خلاصہ یہی ہے کہ ہم ہر قربانی کیلئے تیار رہیں گے۔تو اس لحاظ سے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم ایسے حواری ہیں جو ان شرائط پر پورا اترتے ہیں؟ اور اگر ہوں گے تو پھر انصار اللہ کہلانے کے حق دار کہلائیں گے۔پس حواری ہونے کی اور اس کے نتیجہ میں انصار اللہ ہونے کی یہ وضاحت اور مطلب ہے۔

اگر ہم نے انصار اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ کام کر کے دکھانے ہوں گے۔ہر قربانی کیلئے تیار ہونا ہو گا۔اپنی اَناؤں کو چھوڑنا ہو گا۔اپنی سوچوں کو بدلنا ہو گا۔اپنے آپ کو کامل طور پر اس تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہو گا جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے۔صرف منہ سے یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے اور ہم حواریوں میں داخل ہو گئے کہ ہم انصار اللہ ہیں کافی نہیں۔یہ توقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان حواریوں سے کی تھیں اور انہوں نے انہیں پورا کرنے کی کوشش کی، گو وہ پوری طرح نہیں کر سکے۔لیکن مسیح محمدی کے جو حواری ہیں، وہ جو نعرہ لگاتے ہیں کہ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ تو ان کا یہ کام ہے کہ کامل طور پر کامل الایمان ہو کر، کامل طور پر وفا شعار ہو کر، کامل طور پر اطاعت گزار ہو کر اپنے آپ کو ایسے حواری بنا کر دکھائیں جو واقعی طور پر انصار اللہ ہوں اور اس کو سچ کر کے دکھائیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کے انصار تھے۔انہوں نے قربانیاں دکھائیں۔جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف نہیں لائے تھے اُس وقت بالکل اور سوچ تھی۔جب آپ مدینہ تشریف لے آئے، جب ایمان میں ترقی کرنے لگے، جب آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسی نے کام دکھایا تو وہی لوگ جو کچھ شرائط کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرنے کو تیار تھے آپؐ کے دائیں لڑنے پر بھی تیار ہو گئے، آپؐ کے بائیں لڑنے پر بھی تیار ہو گئے، آپؐ کے آگے لڑنے کو بھی تیار ہو گئے اور آپؐ کے پیچھے لڑنے کو بھی تیار ہو گئے اور یہ اعلان کیا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو نہ روند دے۔یہ تھے وہ انصار اللہ۔پھر یہی نہیں کہ صرف آنحضرت ﷺ کی بیعت میں شامل ہو کے مسلمان ہو گئے۔وہ نہ صرف آنحضرت ﷺ کیلئے اپنی جان تک قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے بلکہ ایمان میں بڑھے تو نہ صرف آپؐ کی حفاظت کیلئے تیار تھے یا اسلام کی خاطر جنگیں لڑنی پڑیں تو تیار ہو گئے بلکہ ہجرت کرنے والے صحابہ جو آپؐ کے ساتھ مدینہ آئے تھے ان کیلئے بھی ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہو گئے۔اُن کو اپنے مال میں سے حصّہ دینے کیلئے تیار ہو گئے۔ان کو اپنی بیویوں میں سے حصّہ دینے کیلئے تیار ہو گئے۔ان کو جو مدد جائز طور پر میسر ہو سکتی تھی دینے کیلئے تیار ہو گئے۔تو یہ تھے وہ انصار اللہ۔اور پھر ایمان میں اس قدر ترقی کی کہ اسلام اور ایمان کی خاطر باپ بغیر کسی تردد کے بیٹے کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو گیا اور بیٹا باپ کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو گیا اور بغیر کسی سوچ کے یہ اعلان کیا کہ ایک دفعہ ہم نے بیعت کر لی، ایک دفعہ مسلمان ہو گئے، ہمارے ایمان میں ترقی ہو گئی تو اب ہماری سوچ یہ ہو نہیں سکتی کہ ہم اسلام کی خاطر کوئی بھی شخص جو اسلام کا دشمن ہے یا آنحضرت ﷺ کا دشمن ہے اس کو برداشت کر سکیں۔اسلام کی تاریخ میں عبداللہ بن اُبی ابن سلول کا واقعہ آتا ہے، قرآنِ کریم نے بھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔وہی شخص جس نے آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ شہر کا ذلیل آدمی کہا تھا۔صحابہ سخت غصہ میں آ گئے اور اسکے بیٹے کو بھی خبر پہنچی تو اسکے بیٹے نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے باپ نے یہ الفاظ کہے ہیں اور آپ کی ہتک کی ہے اور نہایت ذلیل الفاظ استعمال کئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کیلئے آپؐ سزا کا اور قتل کا فیصلہ فرمائیں اور یہ جائز ہو گا اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر میرا باپ کسی اور کے ذریعہ قتل ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت میرے دل میں خیال آ جائے کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اور رشتہ کے تعلق کا احساس بھڑک اٹھے اور میں بدلے کیلئے تیار ہو جاؤں۔(عربوں میں اس زمانہ میں لوگ بدلہ لینے کیلئے ہر وقت تیار بیٹھے ہوتے تھے) تو آپؐ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کی گردن اڑا دوں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔کوئی سزا نہیں دینے

والا۔لیکن جب وہ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو اُس نے اپنے باپ کو روک لیا کہ تم اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک یہ اعلان نہ کرو کہ میں اس شہر کا ذلیل ترین آدمی ہوں اور آنحضرت ﷺ معزز ترین انسان ہیں۔یہ الفاظ کہلوائے اور پھر اسے جانے دیا ورنہ یہ اعلان کیا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔تو یہ وہ لوگ تھے جو انصار بنے اور انصار ہونے کا حق ادا کر دیا۔یہ ہے ایمان جس کا آج ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔مگر کسی کی گردن اڑانے کیلئے نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد تو دین کے نام پر تلوار اٹھانا بند ہو گیا ہے۔یَضَعُ الْحَرْبَ والی حدیث تو واضح ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔لیکن جو جہاد ہے جس کیلئے ہمیں بلایا جا رہا ہے وہ نفس کا جہاد ہے، اپنی حالتوں کو درست کرنے کا جہاد ہے۔اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا جہاد ہے۔اپنے اندر اور اپنے خاندان میں قرآنی تعلیم کو لاگو کرنے کا جہاد ہے۔اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تبلیغ کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچانے کا نام جہاد ہے۔یہ وہ کام ہیں جو اس زمانہ میں ہم نے کرنے ہیں اور اس کیلئے انصار اللہ صفِ اوّل کے مجاہدین ہونے چاہئیں کیونکہ انہوں نے نعرہ لگایا ہے۔نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ۔

پس آپ کا نام انصار اللہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ چالیس سال کے بعد یہ نہ سمجھیں کہ ہم اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔اب ہماری ذمہ داریاں ختم ہو گئی ہیں۔نہیں۔بلکہ آپ کی ذمہ داریاں پہلے سے بڑھ گئی ہیں۔پہلے تو آپ ایک خادم تھے۔خادم کو ایک حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کرو یا فلاں کام کرو۔اس نے فلاں کام کرنا ہے وہاں چلے جاؤ۔وہی کام کرتا رہے گا۔لیکن آپ لوگ اب اگلی منزل پر قدم رکھ چکے ہیں۔انصار اللہ کہلانے والے ہیں تا کہ ہر معاملہ میں آپ خود آگے بڑھ کر دین کے مددگار بننے والے ہوں۔پس یہ چیز آپ کو بن کے دکھانی ہے۔اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کیلئے ہر دم تیار رہنا ہے۔انصار اللہ کے جو تبلیغی پروگرام ہیں سب سے بڑھ کر مؤثر ہونے چاہئیں۔پس اس طرف خاص طور پر توجہ دیں۔

پھر یہ کہ جب آپ نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہا تو تعاونِ باہمی جو ہے، تعلقات جو ہیں، ان میں آپ کے رویّے اعلیٰ معیار رکھنے والے ہونے چاہئیں۔پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور اس لئے پیدا کی ہیں کہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے اسلام کی صحیح اور خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔جب یہ حالت ہو گی تو پھر ہی آپ انصار اللہ کہلائیں گے اور تبھی آپ سچے مومن کہلائیں گے۔آپ نے ایسے نمونے قائم کرتے ہوئے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، خدام الاحمدیہ کو بھی اپنے اوپر چلانے کی کوشش کرنی ہے، وہ آپ کے بچے ہیں۔اطفال کو بھی اوپر چلانے کی کوشش کرنی ہے۔لجنہ کیلئے بھی وہ نمونے قائم کرنے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ عورت سب سے زیادہ اپنے خاوند کی راز دار ہوتی ہے۔اس لئے اسکے سامنے بہترین نمونے پیدا کرو تا کہ اسکی تربیت ہو۔جب اس کی تربیت ہو گی تو آپ کی اولاد کی تربیت ہو گی۔جب آپ کی اولاد کی تربیت ہو گی تو آئندہ نسلوں کی تربیت ہو رہی ہو گی۔اور جب آئندہ نسلوں کی تربیت ہو رہی ہو گی تو ہم آئندہ ایسی قوم کی تربیت کر رہے ہوں گے جس نے ساری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانا ہے۔یہ تسلسل سے کئے جانے والا کام ہے جس کی ذمہ داری انصار اللہ پر سب سے بڑھ کر ہے۔

پس ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ ذمہ داریاں ہیں جو آپ نے نبھانی ہیں۔سچے مومن کی نشانی بھی یہی ہے، جیسا کہ مَیں نے کہا، مومن جب عہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ منہ نہیں پھیرتا۔اگر پھیرے تو انصار اللہ ہونے کا یا مومن ہونے کا دعویٰ ہی فضول ہے۔جو منہ پھیرنے والے لوگ ہیں ایسے لوگوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے یَعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ (سورۃ الحج آیت 12) یہ اللہ تعالیٰ کی سرسری عبادت کرنے والے ہیں۔منہ سے کہہ دیا کہ ہم عبادت کرنے والے ہیں، ہم مدد کرنے والے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ نہیں ہیں، ان کے دلوں میں کچھ اور ہے، ان کا ایمان کامل نہیں ہے۔پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ہماری عمر بڑھ نہیں رہی۔عمر کم ہو رہی ہے۔آخری وقت قریب آ رہا ہے جس کیلئے ہمیں تیاری کرنی چاہئے۔پس اپنے ایمان کو کامل کرنے کی ضرورت ہے۔اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے وارث بن سکیں۔پھر مومن کو اگر ابتلاء آئے تو منہ نہیں پھیر لیتے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابتلاء میں بھی مومن وہ ہیں جو کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے حصّہ لینے والے ہیں۔یہ نہیں کہ جب بھلائی پہنچے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے بڑھ بڑھ کر کرنے لگ جاتے ہیں۔

پس دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے، انصار ہونے کا حق ادا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اپنے جائزے لیتے رہیں۔اپنی حالتوں کے جائزے لیتے رہیں۔اپنے گھروں میں اپنی اولادوں کے جائزے لیتے رہیں۔اپنی بیوی بچوں کی طرف توجہ دیں۔دنیا کمانا اور دنیا میں آ کر دنیا میں غرق ہو جانا تو کام نہیں اور پھر دعویٰ یہ کرنا کہ ہم انصار اللہ ہیں۔پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو اس زمانے میں آپ پر ڈالی گئی ہے اور آپ نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو نبھائیں گے۔

بڑی عمر میں انسان آتا ہے تو انصار میں داخل ہوتا ہے۔اس کی دو صفیں بنائی گئی ہیں، صفِ اوّل اور صفِ دوم۔لیکن بڑی عمر میں جس طرح عمر بڑھتی چلی جاتی ہے انسان کی طبیعت میں نرمی بھی آ جاتی ہے اور اس نرمی کی وجہ سے کمزوری آ جاتی ہے اور ایسی حالت میں پھر بعض دفعہ اولاد ابتلا بن جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد اس عمر میں ابتلا نہیں بننی چاہئے۔اس طرح دنیا کمانے کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔دنیا کمانے کا بہترین حصہ جو تجربہ کے لحاظ سے بھی ہے اور ویسے بھی ہے۔وہ تو انصار اللہ کی عمر کا ہے۔اگر اس کا جائزہ لیں تو جتنی عمر خدام الاحمدیہ کے کمانے کی ہے، اگر ایک خادم صحیح عمر پہ کام پر لگ جاتا ہے تو وہ پچیس سال ہے لیکن تجربہ کے لحاظ سے اور کمانے کے معراج تک پہنچنے کے لحاظ سے چالیس سال سے لے کر 65 سال تک انصار اللہ کی عمر اس سے زیادہ بنتی ہے جب وہ پیشے کے لحاظ سے بھی اوپر پہنچ چکا ہوتا ہے۔اپنی تنخواہ کے لحاظ سے بھی جو اس کی سکیلنگ (Scaling) ہوتی ہے اس تک پہنچ چکا ہوتا ہے۔کام کے لحاظ سے بھی اور عمر کے لحاظ سے بھی انصار اللہ کی عمر ایسی ہے جو بہرحال جس طرف بھی اس کو لے کر جاتی ہے، جوں جوں اسکا تجربہ بڑھتا ہے اسکی آمد بڑھتی ہے اور پھر طبیعت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔اپنے بچوں کا خیال آتا ہے، پھر مال کمانے کی طرف مزید توجہ پیدا ہوتی ہے اور پھر توجہ صرف مال کی طرف رہ جاتی ہے۔بعض ایسے ہیں جو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے ہیں اور اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہاری اولادیں اور تمہارے مال تمہارے لئے ابتلاء نہ بن جائیں۔بڑی عمر میں اولاد کی خاطر مال جمع کرتا ہے۔ایک یہ وجہ بن جاتی ہے کہ اولاد کی خواہشات کی خاطر کمزوریاں دکھاتا ہے۔آہستہ آہستہ جوں جوں اس کی اہمیت بڑھتی ہے اور تجربہ بڑھتا ہے تو ایک انسان کی مانگ بڑھتی ہے۔اگر اس میں صحیح ایمان نہ ہو تو دنیا دار بن جاتا ہے اور دنیا کمانے کی طرف رجحان بڑھتا چلا جاتا ہے۔بہتر پوزیشن حاصل کرنے کی طرف رجحان بڑھ جاتا ہے۔بہتر تنخواہ حاصل کرنے کی طرف رجحان بڑھ جاتا ہے۔اس کی دوسری صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ اولاد اور مال کے جو ابتلاء ہیں ان سے بچو۔یہ تمہارے لئے فتنہ ہیں۔اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (انفال: 29) پس اس طرف بھی انصار اللہ کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بعض دفعہ ایسی بھی صورتیں ہو جاتی ہیں کہ جماعتی نظام اولاد کی تربیت کیلئے اگر کوئی ایکشن لیتا ہے تو بعض لوگ اَنا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں کہ جماعت نے غلط کیا ہے۔اپنے بچوں کی خواہشات کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔اس لحاظ سے بھی بہت زیادہ گہرائی میں جا کر جائزے لینے کی ضرورت ہے۔اس زمانے میں اور ان ملکوں میں رہ کر بچوں سے لاڈ کر کے وہ انکی بھلائی اور بہتری کے سامان نہیں کر رہے ہوتے بلکہ انکو تباہی کی طرف لے جا رہے ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کیلئے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ نہ دین کے رہتے ہیں نہ دنیا کے۔پس انصار اللہ پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔اسکی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پھر یہ کہ انصار اللہ کو عبادت کا حق ادا کرنے والا ہونا چاہئے جو ایک انتہائی ضروری اور اہم چیز ہے۔اس کیلئے انسان کی پیدائش کی گئی۔انسان کی پیدائش کا مقصد ہی عبادت ہے۔تو جو عبادت کا حق ادا نہیں کرتے وہ پھر انصار اللہ کیسے کہلا سکتے ہیں؟ جو مقصد میں نے ابھی حواری ہونے کے اور اس حوالہ سے انصار اللہ بننے کے بتائے ہیں تو کیا ایسے لوگ پھر حواری کہلانے کے مستحق ہیں؟ صحیح اور پکے مومن کہلانے کے مستحق ہیں؟۔ایسے لوگ تو مومن نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایسے لوگ انصار اللہ کہلا سکتے ہیں۔

انصار اللہ کی عبادتیں کیسی ہونی چاہئیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔عرب کہتے ہیں مَوْرٌ مُّعَبَّدٌ جیسے سرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا روح ہی روح ہو اس کا نام عبادت ہے۔چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آ جاتی ہے۔اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔پس انسان جو عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا۔''

فرمایا ''مَیں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے اور وہ اثمارِ شیریں و طیّب ان میں لگیں گے جو اُکُلُھَا دَآئِمٌ (سورۃ الرعد آیت 36) کے مصداق ہوں گے۔''

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 347، مطبوعہ ربوہ)

یہ چیزیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سب سے چاہتے ہیں۔فرمایا کہ جیسے سرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں (آج کل تو سرمہ اتنا استعمال نہیں ہوتا۔لیکن بعض ملکوں میں ہوتا بھی ہے) اور سرمہ یا تو آنکھوں کی خوبصورتی کیلئے یا آنکھوں کی بیماری کو دور کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔پس جو عبادت کرنے والے ہیں انکو بھی اپنے معیار اتنے اونچے کرنے چاہئیں کہ عبادتیں ان کی خوبصورتی بھی بن جائیں اور ان کی بصارت اور بصیرت کیلئے، اللہ تعالیٰ کا فہم و ادراک حاصل کروانے کیلئے ہر دم ان کی رہنمائی کرنے والی ہوں۔ان سے وہ کام کروانے والی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔عبادت وہ ہو کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہو۔پس یہ ہے عبادت کا معیار جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے ہیں۔

پھر آپ نے آئینہ کی مثال دی کہ درستی اور صفائی کی جائے تو اس میں شکل نظر آتی ہے۔تو عبادتیں بھی ایسی ہوں کہ ہماری عبادتوں میں ہمیں خدا نظر آنے لگ جائے۔ہماری عبادتیں دکھاوے کی عبادتیں نہ ہوں۔ہمارا مسجد آنا یا اجلاس پہ آنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہو، نہ کہ دکھاوے کیلئے۔اور جب یہ معیار ہم حاصل کر لیں گے تو پھر ہم اپنی بقا کے سامان بھی پیدا کر رہے ہوں گے۔اپنے بیوی بچوں کی بقا کے سامان بھی پیدا کر رہے ہوں گے۔اپنی نسلوں کی حفاظت بھی کر رہے ہوں گے۔پس یہ معیار ہم نے حاصل کرنے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جو اچھی زمین تیار کی جائے اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔تو یہ باتیں ہیں جو ثمر آور ہوں گی اور ایسے پھل لائیں گی جو نہ صرف ہمارے اندر پاک تبدیلی کے معیار پیدا کریں گی بلکہ اس کی وجہ سے ہم اپنے ماحول میں اللہ اور رسول ؐ کا پیغام پہنچا کر نیک اور پاک اور سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہوں گے اور اپنی اولادوں کی تربیت کر کے ان کو بھی پھلوں سے لاد رہے ہوں گے۔انکی بہترین پرورش کر کے اور اپنے اردگرد کے ماحول میں اور معاشرے میں تبلیغ کے ذریعہ سے بھی پھل حاصل کر رہے ہوں گے تو دنیا کو خدا تعالیٰ کے دامن میں لانے والے ہوں گے اور یہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتی ہیں۔پس

ایسے باغ لگانے کی ہم نے کوشش کرنی ہے جو ہمیشہ پھل دار باغ ہوں۔ جو ایسے سدا بہار درخت ہوں جن میں ہمیشہ پھل لگتے رہیں اور کبھی خزاں نہ آنے پائے۔ تو یہ کوششیں بھی ہم نے کرنی ہیں۔ محنت اور اخلاص اور وفا اور عبادتوں کے درخت جب ہم اپنے دلوں میں لگائیں گے تو یہ ہمیں حقیقی انصار اللہ بنائیں گے۔

پس یہ باتیں ہیں جو ہمیں بحیثیت انصار اللہ اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو نبیوں کی جماعت کے بارہ میں کہہ ہی چکا ہے کہ وہ غالب آئیں گے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ (سورۃ المجادلۃ آیت 22) کہ لکھی ہوئی بات ہے کہ مَیں نے اور میرے رسولوں نے غالب آنا ہی آنا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت اس غلبہ کو نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ میں نے غالب آنا ہے۔ دوسری طرف یہ اعلان کروایا کہ کون ہیں انصار اللہ جو اللہ کے کاموں میں مددگار بنیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ بندوں کی مدد کے بغیر غالب نہیں آ سکتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو غالب آنے کیلئے بندوں کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ غالب آئے گا اور ضرور آئے گا۔ آج بھی جماعت احمدیہ دنیا میں پھیل رہی ہے تو کسی انسانی کوشش سے نہیں پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کے ذریعہ سعید روحوں کو اس طرف پھیر رہا ہے۔ اور ہمارے آباؤ اجداد میں بہت سے ایسے ہیں جو کسی دلیل کے بغیر، کسی علم کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ ان میں بعض خوابوں کے ذریعہ احمدی ہوئے۔ پس یہ غلبہ تو انشاء اللہ ہوگا لیکن اگر ہم اس میں شامل ہو جائیں گے تو ثواب سے حصہ لینے والے ہوں گے جو اس کام کے صلہ میں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی بڑائی کیلئے نہ ہماری عبادتوں کی ضرورت ہے، نہ اپنا پیغام پہنچانے کیلئے ہماری کوششوں کی ضرورت ہے، نہ ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمۡرِہٖ (سورۃ یوسف آیت 22) کہ اللہ اپنے فیصلہ پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اور اسکے رسول غالب آئیں گے تو پھر انصار اللہ کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے فیصلہ میں اور اس کو پورا کرتا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا، یہ تو ہماری بہتری کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پاک کرنے کیلئے یہ فرما رہا ہے۔ ہمیں اس ثواب میں حصہ دار بنانے کیلئے فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا ہی فائدہ ہے کہ یہ نیک کام جس کی طرف تمہیں بلایا جا رہا ہے، جس کا اعلان منہ سے کیا ہے اسکا اپنے نمونوں سے بھی اعلان کرو۔ دلوں میں بٹھاؤ اسکو اور اسکا اظہار کرو۔ یہ تمہارے فائدہ کیلئے ہے۔ اگر تم اس کا فائدہ جانو تو کبھی ذرہ بھر بھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو یا یہ گنجائش نہ رکھو کہ ہم نے دنیا کو دین پر مقدم کرنا ہے بلکہ ہمیشہ دین تمہاری دنیا پر مقدم رہے گا۔ پس یہ سوچیں ہیں جو ہم نے اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے، جو نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے اور نہ تھکتا ہے تو کیا وہ اپنے نبی کی مدد سے تھک جائے گا؟ یہ تو خیال ہی باطل ہے۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی اطاعت میں کامل ہونے کی ضرورت ہے۔ اخلاق میں اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور پہلے سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جو ہوا چلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بخود دلوں کو پھیر رہا ہے۔ اگر ہماری کوشش سے کسی کا دل پھرتا ہے تو اسکا ثواب ملے گا کیونکہ دعوت الی اللہ بڑا کام ہے جسکے ذریعہ غلبہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کو پھیر رہا ہے۔ جن کے دل اللہ تعالیٰ پھیرنا چاہتا ہے، جنہیں ہدایت دینا چاہتا ہے وہ پیغام کے متلاشی ہیں۔ اگر یہ پیغام آپ کے ذریعہ پہنچ جائے تو اسکا ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کہا کہ انصار اللہ بنو تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ دعوت الی اللہ کے ذمہ دار بن جاؤ۔ دلوں کو پھیرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس نے اس کا اعلان فرمایا ہوا ہے لیکن جب دلوں کو پھیرنے کی یہ ہوا چل رہی ہے تو اس میں جب تم مددگار بننے کا اعلان کر رہے ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن رہے ہو گے۔ پس اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

نیک لوگوں کی، پاک لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے مددگاروں کی اور ان لوگوں کی جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیا نشانی بتائی ہے۔ فرمایا وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (آل عمران: 105) اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلاتے رہیں، اچھی باتوں کی تعلیم دیں، بری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اب اس میں انصار اللہ کے مختلف طبقوں کے جو لوگ ہیں وہ ہر ایک اپنے اپنے جائزے لیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ 65 سال کے بعد ہم ریٹائرڈ ہو گئے، کچھ کام نہیں کر سکتے، ان کو اس نیکی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنے آپ کو جماعتی کاموں میں شامل کریں۔ نیکی کی جو تعلیم دینے والی ہے وہ اپنے گھروں سے شروع کریں، اپنے ماحول سے شروع کریں، اپنے قریبی رشتہ داروں سے شروع کریں۔ ان سے تربیتی پہلوؤں اور نیکی کے کاموں کی باتیں کریں۔ نیکیوں کی تلقین کریں۔ جماعت سے تعاون اور اخلاص کا تعلق ہر ایک سے جوڑیں۔ بعض میں بلاوجہ عہدیداروں کے خلاف یا نظامِ جماعت کے خلاف رنجشیں اور کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ہر طبقہ جو ہے اور ہر عمر والا جو ہے وہ اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ تبلیغ کے میدان میں بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہمیں زبان نہیں آتی، کیسٹس تیار ہیں، ڈی وی ڈی بنی ہوئی ہیں، ایم ٹی اے کا ایک رابطہ ہے۔ اور میں انصار اللہ کو یہ کہا کرتا ہوں کہ جو اولڈ پیپلز ہومز (Old Peoples Homes) ہیں، ان کے پاس جا کر بیٹھ جائیں۔ بہت سارے ہیں جن کو زبان نہیں آتی اور بوڑھوں کو باتیں کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ اس سے ان کی اپنی زبان بھی ٹھیک ہو جائے گی اور کچھ نہ کچھ پیغام بھی ان تک پہنچ جائے گا۔ آنحضرت ﷺ تو اگر کوئی بسترِ مرگ پر بھی ہوتا تھا تو اس کو بھی پیغام پہنچاتے تھے۔ بڑی حسرت ہوتی تھی کہ کاش یہ اسلام کو قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کر دے اور آنحضرت ﷺ کیلئے اعلان کر دے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تاکہ اس کی آخرت سنور جائے۔ پس یہ درد ہے جو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کا اسوہ ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا۔ اس عمر میں جب ہم آہستہ آہستہ اپنی عمر میں بھی بڑھ رہے ہیں اور ایک لحاظ سے ہماری عمریں کم ہو رہی ہیں تو ہمیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جس حد تک دنیا کو بچانے کیلئے ہم کوشش کر سکتے ہیں کریں اور تبلیغ کے میدان میں تیزی پیدا کریں۔ تربیت کے میدان میں تیزی پیدا کریں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔ تم یہ کام کرو گے تو اس کا اجر پاؤ گے یعنی تم کامیاب ہو گے۔ تم اپنی زندگی کے مقصد کو پانے والے ہو گے۔ اور جو لوگ اپنی زندگی کے مقصد کو پالیں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیتے ہیں بشرطیکہ ان کی زندگی کا مقصد وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رکھا ہے۔ اور ہماری پیدائش کا مقصد عبادت اور اسکے نام کی بڑائی ہے۔ اسکی مخلوق کی خدمت اور اسکے پیغام کو پہنچانا ہے۔ پس جب آپ کہتے ہیں نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم لوگ کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم فلاح کے راستے تلاش کرتے چلے جائیں اور ان راستوں پر قدم مارتے چلے جائیں۔

ان حواریوں نے جن سے اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب فرمایا کہ میں تمہیں کامیاب کروں گا۔ دوسرے یہ فرمایا کہ وَاشۡہَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ (سورۃ آل عمران آیت 53) کہ گواہ بن جاؤ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ پس آج ہم میں سے ہر ایک کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ ہم نے جو یہ باتیں سنیں تو ہم کامل فرمانبرداری اور کامل اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے انصار بننے کا اعلان کرتے ہیں۔ پس اطاعت کے نمونے دنیا کو دکھا دیں۔ اخلاص کے نمونے دنیا کو دکھا دیں۔ خلافت کیلئے ہر قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہنے کے نمونے دنیا کو دکھا دیں۔ تبلیغ کے نمونے بڑی شان سے دنیا کو دکھا دیں۔ تربیت کے نمونے پہلے سے بڑھ کر اپنے گھروں میں قائم کر دیں۔ دعا اور عبادت کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ کرنے والے ہوں۔ یہی چیزیں ہیں جو آپ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے قائم کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اور پھر انشاء اللہ آپ بھی ہر آن اللہ تعالیٰ کی مدد کے نظارے دیکھیں گے اور نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کہہ کر نہ صرف مدد کر رہے ہوں گے بلکہ اُسکے نتیجہ میں آپ کو اپنے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے نظر آ رہے ہوں گے۔ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی۔ جنہوں نے نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کہا تھا، ان کا کہنا اور کوششیں اسی حد تک نہیں تھیں کہ انہوں نے نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کہہ دیا اور بات ختم ہو گئی بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہی نظارہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ ذکر فرمایا وہاں دوسری آیت میں فرمایا فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّہِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ (سورۃ الصّف: 15) پس ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے۔ پس ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے جو یہ اعلان کیا کہ مَیں نے اور میرے رسولوں نے غالب آنا ہے، یہ بتا رہا ہے کہ غلبہ انشاء اللہ ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام کئی مرتبہ ہوا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ایک دن انشاء اللہ احمدیت نے ساری دنیا پر غالب آنا ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے مددگار بننے والوں کی مدد کے ذریعہ ان کا غلبہ یہ بتا رہا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو ایمان لائے ان کی دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے تو اللہ تعالیٰ ایمانداروں کی، مومنوں کی جب مدد کرتا ہے تو مومن غالب آتے ہیں۔ تو میں بتا رہا تھا کہ اگر ہم ایمان میں خالص رہیں، اپنی حالتوں پر نظر رکھنے والے ہوں تو ہم میں سے ہر ایک، تمام افرادِ جماعت جو ہیں اس مدد کے نظارے دیکھیں گے۔ خدا کرے کہ ہم حقیقت میں اپنے پہ نظر رکھنے والے ہوں۔ اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ اپنی حالتوں کو بدلنے والے ہوں اور فتح و کامرانی کے نظارے دیکھنے والے ہوں اور سچے اور حقیقی انصار اللہ بننے والے ہوں اور انشاء اللہ جب ہم یہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے نظارے بھی دیکھیں گے۔ اللہ کرے وہ ہمیں جلد دکھائے۔ اب دعا کریں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 4؍مارچ 2011)

......☆......☆......☆......

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

تجھے بشارت ہو اَے میرے احمد۔ تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔
مَیں نے تیری عزت کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا (تذکرہ، صفحہ 195)
(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for royal weddings & celebrations.

2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

بنگلہ دیش کے جلسہ سے میرا پہلا براہ راست مخاطب ہونا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے ایسے راستوں کی خوشخبریاں دے جو راستے کی تمام روکوں سے صاف ہو

اللہ تعالیٰ وہ موقع بھی لائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا جب خلافت احمدیہ دنیا کے تمام ملک کیا مشرق اور کیا مغرب، کیا شمال اور کیا جنوب میں عزت و احترام سے دیکھی جائے گی اور اس کی پذیرائی ہوگی

اپنے قادر و توانا خدا سے ایسا دل لگائیں جس کے مقابلے میں سب رشتے ہیچ ہوں

اگر ہم یہ تعلق اپنے پیدا کرنے والے خدا سے قائم کرلیں گے تو حقیقت میں یہی ہماری کامیابی کا دن ہوگا

خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دینا ہماری ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے

بنگلہ دیش کی جماعت ان خوش قسمت جماعتوں میں سے ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کیلئے تائیدات کے نظارے خود دیکھے ہیں

آپ میں سے ہر ایک گواہ ہے کہ دشمن کے جو منصوبے تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے

اس سیاہ آندھی میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بدلیاں بھیجیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پانی برسایا اور فضا صاف ہوگئی

ہر مخالفت کے بعد جماعت ایک نئی شان سے اُبھر کر سامنے آتی ہے

یہ صرف بنگلہ دیش کی بات نہیں دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کی بارش اسی طرح برساتا رہا ہے اور برسا رہا ہے

ہم محبتوں کے پیغامبر ہیں، پس اس پیغام کو اپنے ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں، دعوت الی اللہ کے کام میں حکمت کے ساتھ ایک نئی روح پھونک دیں

15 رفروری 2009ء کو جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ محمود ہال لندن سے براہ راست ولولہ انگیز خطاب

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اس زمانے کی ایجادات سے فائدہ اٹھانے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو بھی توفیق عطا فرمائی۔ بلکہ آج کل کی یہ ایجادات جو دنیا کے فائدہ کیلئے ہیں اس زمانے میں کی ہی اس لئے گئی ہیں یا اس لئے سامنے آئی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکی جماعت اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ آج اگر دنیا کی دولتوں کو دیکھیں تو ایک ایک آدمی کے پاس لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں ڈالر کی مالیت کی دولت ہے۔ اور جماعت احمدیہ کا پوری دنیا کا مالی بجٹ ان لوگوں کے قریب بھی نہیں پہنچتا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے جو فضل ہیں اور جو استعمال اس تھوڑے سے پیسے سے خدا تعالیٰ کرواتا ہے اور جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، جو فیض یہ تھوڑا سا پیسہ دنیا کو روحانی اور مادی لحاظ سے پہنچا رہا ہے اس کے قریب بھی یہ دنیا دار نہیں پہنچ سکتے۔ ان کی دولت ان کے پاس آتی ہے اور دنیاوی لہو و لعب میں ضائع ہو جاتی ہے یا دنیا میں جنگوں اور فسادوں کی نظر ہو جاتی ہے۔ اور انفرادی دولتمندوں کی بات تو ایک طرف، حکومتیں بھی اپنے وسائل اور دولت سے اس طرح استفادہ نہیں کرسکتیں جس طرح محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج جماعت احمدیہ اپنے کم سے کم وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر رہی ہے۔ آج یہ ایم ٹی اے چینل جس کے چلانے کی خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو توفیق دی چوبیس گھنٹے مختلف سیٹلائٹس کے ذریعہ سے مختلف زبانوں کے ساتھ تمام براعظموں کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ اور جس قدر کم اخراجات سے چل رہا ہے اور بغیر کسی لہو و لعب کے چل رہا ہے اس کے متعلق تو دنیا دار کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ پس کل ہم جس حسرت اور خواہش کے ساتھ اس زمانے کی ایجاد کو استعمال ہوتے دیکھتے تھے جس میں زیادہ تر استعمال غلط ہی تھا اور آج ہم جب دنیا کو بتائیں کہ بغیر کسی اشتہار کے اور بغیر کسی پیشہ ور ماہرین کی مدد کے ہم چوبیس گھنٹے یہ چینل چلا رہے ہیں تو وہ حیرت اور حسرت سے ہمیں دیکھتے ہیں۔ پس یہ خدا تعالیٰ کے احسانوں میں سے بہت بڑا احسان ہے جو آج ہم اس زمانے کی ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور آج مَیں اسی واسطے سے آپ بنگالیوں سے بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے مخاطب ہوں۔ آج دنیا میں امیر ترین ملکوں میں بھی اس طرح باقاعدہ لائیو خطاب کا انتظام نہیں جس میں ایک ملک سے بیٹھ کر دوسرے ملک کے مجمع کو مخاطب کیا جا رہا ہو۔ اور ایک دوسرے کے جلسوں کے نظارے دیکھے جا رہے ہوں۔ بیشک Live پروگرام ہوتے ہیں لیکن انہی ملکوں میں اَور یا زیادہ سے زیادہ چند دلچسپی رکھنے والے ان پروگراموں کو دیکھ کر ان میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں لیکن ایک مجمع ایک خاص مقصد کیلئے جمع ہو جہاں صرف دینی باتیں کی جا رہی ہوں، یہ کہیں نہیں ہوتا۔ پس سب سے پہلے تو ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے باوجود دوریوں کے آپس میں ایک دوسرے کو چاہنے والوں اور محبت کرنے والوں کے فاصلے کم کر دیئے ہیں۔ ہم آمنے سامنے بیٹھ کر کچھ حد تک اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

بنگلہ دیش کے امیر صاحب کی خواہش تھی کہ اس طرح لائیو پروگرام ہو جائے تو ہمارے لئے بہت فائدہ مند ہوگا۔ کیونکہ ایک خاصی بڑی تعداد تقریباً چار سے پانچ ہزار جس نے قادیان کے جلسے پر جانا تھا اچانک جلسہ ملتوی ہو جانے کی وجہ سے افسردہ تھی۔ جماعت احمدیہ کی سرشت میں گو مایوسی نہیں ہے البتہ افسردگی ضرور ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ افسردگی دعاؤں کے روپ میں ڈھل جاتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلوں کو تسلی ہوتی ہے۔ اور ہر روز ایک نیا عزم اور ایک نیا جوش افراد جماعت کے اندر پیدا کر دیتی ہے۔

اسی قسم کے مضمون کے خط پاکستان، ہندوستان سے میں وصول کر رہا ہوں۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ آپ سب جو قادیان جانے والے تھے انہوں نے اپنی دعاؤں میں بھی پہلے سے بڑھ کر تیزی پیدا کی ہوگی تا کہ صرف قادیان میں یا ہندوستان کے کسی شہر میں ملنے کی باتیں نہ ہوں بلکہ میں آپ سے آپ کے ملک میں ملوں۔ یہ بنگلہ دیش کے جلسہ سے میرا پہلا براہ راست مخاطب ہونا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے ایسے راستوں کی خوشخبریاں دے جو راستے کی تمام روکوں سے صاف ہو اور آپ کے ملک میں آپ کے درمیان بیٹھ کر مَیں مخاطب ہوں۔ اللہ تعالیٰ وہ موقع بھی لائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا جب خلافت احمدیہ دنیا کے تمام ملک، کیا مشرق اور کیا مغرب کیا شمال اور کیا جنوب میں عزت اور احترام سے دیکھی جائے گی اور اس کی پذیرائی ہوگی۔ لیکن ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ یہ موقع ہماری زندگیوں میں پیدا فرمائے اور اس کیلئے ہمیں پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے والے خدا کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔ اپنی زندگیوں میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی سجدہ گاہوں کو اپنے آنسوؤں سے تر کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی دعاؤں میں ایسا ارتعاش پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس سے عرش کے پائے بھی ہلنے لگیں۔ اپنی دعاؤں میں وہ سوز پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو خدائے مجیب کو ہمارے قریب تر لے آئے۔ اور ہم فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کا مژدہ جانفزا اور ہر احمدی ایک نئی شان کے ساتھ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (اور جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اسکی دعا کو سنتا ہوں) کے نظارے دیکھے۔ پس اس کیلئے ہمیں کوشش کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہمیں قدم بڑھانے ہوں گے۔ اور پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ خدا، وہ رحیم رحمان خدا، وہ خدا جسکی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے، وہ خدا جو اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے کس طرح دوڑتا ہوا ہماری طرف بڑھے گا۔ وہ جو مالک ارض و سما ہے کس طرح اپنے پیاروں کو نقصان پہنچانے والوں کے خلاف ان کی مدد کیلئے آگے آئے گا۔

پس سب سے پہلے ہمارا یہ فرض بنتا ہے اور یہ بات میں خاص طور پر کہنی چاہتا ہوں کہ اپنے اس قادر و توانا خدا سے ایسا دل لگائیں جس کے مقابلے میں سب رشتے ہیچ ہوں۔ دنیا کی سب دولتیں خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کوڑی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی ہوں۔ اگر ہم یہ تعلق اپنے پیدا کرنے والے خدا سے قائم کرلیں گے تو حقیقت میں یہی ہماری کامیابی کا دن ہوگا۔ پس ہر بچہ، جوان، بوڑھا، عورت، مرد یہ پلّے باندھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کے آگے جھکنا اور تڑپنا ہی ہماری زندگی کا مقصود ہے۔ اور یہ مقصود خود خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) یعنی مَیں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری عبادت کریں۔ پس یہ اصل ہے جس کو آج ہر احمدی کو پکڑنے کی ضرورت ہے۔ اور یہی وہ اصل اور مقصد ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا ایمانوں کو قوی کروں۔ اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں کمزور ہو گئی ہیں۔ اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیاوی اسباب پر ہے یہ یقین اور بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور آخرت پر نہیں ہے۔“ (کتاب البریہ، روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 291 تا 292 حاشیہ، مطبوعہ لندن)

پس یہ وہ مقصد ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ اور ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل کر کے ان خوش قسمتوں کی صف میں شامل فرمایا جو اس مقصد کے حصول کیلئے کوشش کا اعلان کرنے والے ہیں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے حصول کے مطابق ڈھالنے والے ہیں۔ اور اس بات پر ہم نے عہد بیعت باندھا ہے۔ پس خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دینا ہماری ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ مجھے امید ہے کہ جلسے کے ان دنوں میں جس طرح آپ نے اپنی عبادتوں اور دعاؤں پر توجہ دی ہے اس کو ہمیشہ اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں گے۔ صرف مشکل میں گرفتار ہونے کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی یاد نہیں آئے گی۔ بلکہ عبادتیں اور دعائیں ہر احمدی کا اوڑھنا بچھونا ہو جائیں گی۔ اور جب ہم حقیقت میں ہر حالت میں امن کی حالت میں بھی اور تنگی اور فساد کی حالت میں بھی خالص ہو کر خدا تعالیٰ کو پکارنے والے ہوں گے تو خدا تعالیٰ ہماری ہر مشکل کو خس و خاشاک کی طرح اڑا دے گا۔ اور یہ کوئی ایسی باتیں نہیں جو وقتی جوش پیدا کرنے کیلئے مَیں کہہ رہا ہوں بلکہ بنگلہ دیش کی جماعت ان خوش قسمت جماعتوں میں سے ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کیلئے تائیدات کے نظارے خود دیکھے ہیں۔ بہت دور کی بات نہیں بلکہ ماضی قریب میں ان تائیدات کے نظارے دیکھے ہیں۔ اس وقت آپ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو اس وقت میری یہ باتیں سن رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دشمن کے خوفناک منصوبوں اور حملوں کو اپنے اوپر ایک سیاہ اور خوفناک آندھی کی صورت میں چھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن کیا دشمن کامیاب ہو گیا؟ آپ میں سے ہر ایک گواہ ہے کہ دشمن کے جو منصوبے تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اس سیاہ آندھی میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بدلیاں بھیجیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پانی برسایا اور فضا صاف ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی انتہائی خوف کی حالت کو امن میں بدلا۔ اللہ تعالیٰ نے غیر از جماعت میں سے ہی بہت سے شریف الطبع اور سعید فطرت لوگوں کو جماعت کی حمایت کیلئے کھڑا کیا۔ جنہوں نے دنیاوی لالچوں کو ردّ کرتے ہوئے اور سخت ترین مخالفتوں کا سامنا کرتے ہوئے حق کا ساتھ دیا۔ پس یہ کوئی انسانی کوشش نہیں تھی۔ یہ اُس قادر و توانا خدا کا ہاتھ تھا جس نے شریف فطرت لوگوں کے دلوں کو شرافت کیلئے ابھارا اور انہیں حق بات کہنے اور لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ورنہ ہم بندوں کی کیا حیثیت ہے جن کے پاس جیسا کہ میں نے پہلے کہا نہ کوئی مال و دولت ہے، نہ کوئی دنیاوی جاہ و حشمت ہے۔ ہاں ہمارے پاس ایک دولت ہے اور وہ دولت ہمیں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اور ان سے لے کر ہمیں دی ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھتے ہوئے اس کے سامنے حقیقی رنگ میں جھکنا۔ اس خدا کے آگے جھکنا جس نے کائنات کی ہر چیز پیدا کی ہے۔ اس خدا کے آگے جھکنا جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے۔ اس خدا کے آگے جھکنا جو دلوں کو پھیرنے والا ہے۔ پس اگر ہم شکر کرتے کرتے اپنی زندگیاں بھی ختم کر دیں تب بھی ہم اس خدا کا حقیقی رنگ میں شکر ادا نہیں کر سکتے۔ بیشک ان امتحانوں اور ابتلاؤں میں انفرادی طور پر افراد کا نقصان تو ہوتا ہے اور ہوا ہے لیکن دشمن کا جو منصوبہ ہوتا ہے کہ جماعت کو ختم کر دے اس میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور ہر مخالفت کے بعد جماعت ایک نئی شان سے ابھر کر سامنے آتی ہے۔ یہ صرف بنگلہ دیش کی بات نہیں دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کی بارش اسی طرح برساتا رہا ہے اور برسا رہا ہے اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ بلکہ اس سے بھی پہلے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ اُس وقت بھی مخالفت کی آگ میں بھڑکنے والے کئی کئی طرح سے جذبات ابھار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے لوگوں کو بھیجتے تھے۔ جو زہر میں بجھی ہوئی تلواریں آپ پر وار کرنے کیلئے لے کر آتے تھے۔ اور جب وہ دشمن آپ کے پاس پہنچتے تھے اور آپ ان کے ارادوں کو بھانپ لیتے تھے یا خدا تعالیٰ ان کے ارادوں کی آپ کو خبر دے دیتا تھا اور جب آپ ان کو یہ بتاتے تھے کہ تم اس ارادہ سے آئے ہو تو وہ فوراً کلمہ حق پڑھ لیتے تھے، کلمہ شہادت پڑھ لیتے تھے۔ ان کو احساس ہو جاتا تھا کہ ہم غلط ہیں اور مخالفت کی آگ میں اپنے سرداروں کے کہنے پر ہم خود جل رہے ہیں۔ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سچا ہے اور سب قدرتوں کا مالک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کئی لوگ مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی تقریریں سن کر آتے تھے اور حق کو پہچان کر اسے قبول کر لیتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ عرض کرتے تھے کہ میری بیعت کا باعث کسی احمدی کی تبلیغ نہیں، نہ ہی کسی قسم کا لٹریچر ہے بلکہ فلاں مولوی کی مخالفت ہے۔ آپ کے اپنے ملک بنگلہ دیش میں کئی ایسی مثالیں ہیں جنہوں نے مخالفین کا لٹریچر پڑھ کر جستجو کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کو سچ سمجھ کر قبول کیا۔ مثلاً ابتدائی احمدیوں میں سے حضرت مولوی سید عبدالواحد صاحب آف براہمن بڑیہ ہیں۔ جو بڑے جید عالم تھے۔ انہوں نے مخالفین کی شورش پر لٹریچر منگوایا اور اسے پڑھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ریویو آف ریلیجنز کے ایک مضمون کو پڑھ کر ان پر روشنی آشکارا ہوئی۔ گو کہ ان کا دل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر مطمئن تھا لیکن چونکہ خود قادیان جا کر بیعت کرنا چاہتے تھے اس لئے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قادیان جا کر بیعت کی اور پھر بہت سوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ نیک فطرت مولوی تھے۔ حق کی تلاش تھی۔ آج کل کے نام نہاد علماء کی طرح نہیں تھے جو صرف مخالفت برائے مخالفت کرنا جانتے ہیں۔ جب حضرت سید عبدالواحد صاحب نے بیعت کی اور واپس گئے تو آپ کی بھی بہت مخالفت ہوئی۔ لیکن پھر بھی جیسا کہ مَیں نے بتایا وہ اپنے اس عہد بیعت پر قائم رہے اور نہ صرف قائم رہے بلکہ بہت سوں کی ہدایت کا باعث بنے اور وہاں علاقہ میں ان کو تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں بیعتیں کروائیں۔ ان بیعت کرنے والوں کی بھی بہت مخالفت ہوئی۔ لیکن اس مخالفت کے باوجود انہوں نے چونکہ حق کو پہچان لیا تھا اس لئے بڑی جرأت سے اس پر قائم رہے اور اس حق کا اظہار بھی کرتے رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت آپ جو میرے مخاطب ہیں ان میں سے بھی بعض ان بیعت کرنے والوں کی اولادوں میں سے ہوں۔ پس اپنے بزرگوں کی بیعت کے قصے اپنے گھروں میں جاری رکھیں تا کہ آئندہ نسلوں کے ایمانوں میں بھی مضبوطی پیدا ہوتی رہے۔ اگلی نسلیں بھی ایمان میں بڑھیں اور مخالفتوں سے پریشان نہ ہوں بلکہ مخالفت کو اپنے لئے کھاد سمجھیں۔ جس طرح کھاد ڈالنے سے فصل بہتر ہوتی ہے اسی طرح مخالفت سے احمدیت بڑھتی اور پنپتی ہے۔ اور آج بھی آپ میں سے بہت سوں کی طرح دنیا کی کئی جگہ پر احمدی گواہ ہیں کہ مخالفتیں جماعت کو ختم نہیں کرتیں بلکہ احمدیت کے لہلہاتے کھیت ایک نیا رنگ اور ایک نئی شان دکھاتے ہیں اور لہلہاتی فصلیں نظر آتی ہیں۔ آج بھی ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا زندہ خدا ہے اور سب قدرتوں کا مالک خدا ہے اور سعید فطرتوں پر حق کھولتا ہے۔ آج ہم میں سے ہر ایک گواہی دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہی مسیح موعود کا خدا ہے جس نے اپنی تمام تر تائیدات اور وعدوں کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے اور بڑے واشگاف الفاظ میں آپ سے یہ اعلان کروایا ہے کہ ’’آسمانی تائیدیں ہمارے ساتھ ہیں۔‘‘ (تذکرہ، الہام 29؍جولائی 1904ء) اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ ’’میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔‘‘ (تذکرہ، الہام دسمبر 1907ء)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر آپ نے جو آپؑ سے پیار کا تعلق جوڑا ہے اس میں بڑھتے چلے جائیں۔ خدا کی رضا کے حصول کیلئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں تا کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پیاروں میں شمار کرتے ہوئے ہمارے ساتھ رہے۔

آپ نے گزشتہ چند سالوں میں اپنے خلاف مخالفین کی انتہا دیکھی ہے۔ اپنے پیاروں کی جانیں خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہوتے دیکھی ہیں۔ اپنے مالوں کے نقصان برداشت کئے ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے ایمان پر آنچ نہیں آنے دی اور اپنے ایمان کی مضبوطی کا ایک ایسا معیار قائم کیا جو آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ ہے اور ان کیلئے ایمان میں زیادتی کا باعث بنے گا۔ آپ سب گواہ ہیں کہ گزشتہ چند سالوں میں جماعت کو ختم کرنے کی جو کوششیں ہوئیں کیا اس نے احمدیت کی جڑیں ہلا دیں؟ نہیں۔ بلکہ ان میں مزید مضبوطی پیدا ہوئی۔ میری روزانہ کی ڈاک میں بنگلہ دیش کے مخلصین کے بھی خطوط ہوتے ہیں۔ ان میں اپنے ایمان اور ایقان میں زیادتی کے بیان اور دعا کی درخواست ہوتی ہے۔ اس کے مقابل پر دیکھیں مخالفین جو اپنی دنیاوی طاقت کے زعم میں احمدیت کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں رسوا کیا اور کس طرح رسوا کیا۔ اگر دیکھنے کی آنکھ ہو تو یہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں۔ ہمیں کسی کی رسوائی سے کوئی تعلق نہیں، کوئی غرض نہیں۔ ہم تو مخالفین کی اصلاح کیلئے بھی دعا کرتے ہیں۔ ہم تو اس مسیح محمدی کے ماننے والے ہیں جس نے محبتوں کو پھیلانے اور نفرتوں کو دور کرنے کی ہمیں تعلیم دی ہے۔ ہمیں تو یہ سکھایا گیا ہے کہ اگر تم اپنے دشمنوں کیلئے بھی کینہ رکھو اور اس کیلئے دعا نہ کرو تو تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی۔ پس ہم تو محبتوں کے پیغامبر ہیں۔ پس اس پیغام کو اپنے ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ اپنے ہم وطنوں کو بتائیں کہ اسلام تو نام ہی محبت اور پیار کا ہے جس میں اپنے پیدا کرنے والے خدا اور اس کی مخلوق سے محبت کرنا سکھایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو بھی اور غیر مسلموں کو بھی اسلام کا یہ حسن دکھائیں۔ ان کو بتائیں کہ مسیح محمدی نے نہ تلواریں چلانی ہیں اور نہ قتل کرنا ہے۔ ہاں پیار اور محبت کے تیروں سے دلوں کو گھائل کرنا ہے۔ جس سے خون نہیں بہتے، زندگیاں ختم نہیں ہوتیں بلکہ نئی زندگیاں ملتی ہیں۔ اپنے پیدا کرنے والے خدا کی پہچان ہوتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنے مقصد پیدائش کو پہچانتا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ آج دکھی انسانیت کو اس تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم دینا اور اس پیغام کو ہر جگہ پہنچانا ہر احمدی کا کام ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسانیت کے دشمن اور مذہب کے نام پر خون کرنے والے آپ کی راہ میں روکیں ڈالیں گے۔ مخالفتیں ہوں گی۔ دوبارہ موقع ملے گا تو اسلام کے یہ نام نہاد ٹھیکیدار احمدیوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن آپ نے ثبات قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا (البقرۃ 251) کی دعاؤں کے سائے تلے چلتے ہوئے اپنے سپرد کئے ہوئے کام کو کرتے چلے جانا ہے۔ اور اپنے ایمان میں مضبوطی پیدا کرتے چلے جانا ہے۔ صبر، حوصلے اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ جلسے کے دنوں میں آپکی روحانیت میں جو ترقی ہوئی ہے، کسی نہ کسی بات نے آپ کے دل پر جو اثر کیا ہے اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں۔ نئے احمدی بھی اور پرانے احمدی بھی اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرتے ہوئے یہاں سے اُٹھیں۔

احمدی بنگالیوں میں اخلاص و وفا کے نمونے مَیں اکثر بنگالی ملنے والوں میں دیکھتا رہتا ہوں جن میں سے کچھ میرے سامنے اس ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس وقت جو بنگلہ دیش میں ہزاروں کی تعداد میں بیٹھے جلسہ سن رہے ہیں اور جنہیں کیمرے کی آنکھ ہمیں دکھا رہی ہے ان کے دل اور چہروں پر بھی مَیں اخلاص و وفا دیکھ رہا ہوں اور ان کے چہرے اخلاص و وفا سے چمکتے ہوئے مجھے نظر آ رہے ہیں۔ پس کبھی اس اخلاص و وفا کو کم نہ ہونے دیں۔ خلافت سے اخلاص و وفا کے جو اظہار آپ کی طرف سے ہوتے ہیں انہیں کبھی ماند نہ پڑنے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اپنے عہد بیعت کو کبھی ہم کمزور نہ ہونے دیں۔ اپنی طاقتوں اور توانائیوں کو کبھی غلط کاموں میں صرف نہ ہونے دیں۔ ہمیشہ اپنے پیدا کرنے والے خدا سے سچا اور وفا کا تعلق رکھیں۔ آپس میں پیار اور بھائی چارے کی اعلیٰ مثالیں قائم کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پیغام کو اپنے ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ آپ کی حقیقی پیروی کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ دعوت الی اللہ کے کام میں حکمت کے ساتھ ایک نئی روح پھونک دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ میں پاک تبدیلیاں پیدا فرمائے۔ آپ کے اخلاص و وفا کو بڑھاتا چلا جائے۔ اور میرے دل میں آپ کے پیار کو بڑھاتا چلا جائے۔ آپ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کیلئے کی گئی تمام دعاؤں کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اور دشمن کی طرف سے چلنے والا ہر تیر اُسی پر الٹا دے۔ آپ سب اللہ تعالیٰ کے پیار کو، اس کے فضل کو، اس کی رحمت کو ہمیشہ سمیٹتے چلے جانے والے ہوں۔

آمین۔ اب دعا کر لیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 11؍فروری 2011)

ارشادِ نبوی ﷺ
اَلۡخَالَةُ وَالِدَةٌ (اربعین اطفال)
(خالہ بھی ماں ہی ہے)
طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

جلسے کا فائدہ تبھی ہوتا ہے جب نیکی کی باتیں سن کر اپنے اندر اور اپنے اہل وعیال کے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کیلئے ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو

جہاں اپنا مضبوط تعلق جماعت سے قائم کریں وہاں اپنی اولاد کی بھی اس رنگ میں تربیت کریں کہ کبھی ان کی نفسانی خواہشات انہیں جماعت سے دور لے جانے والی نہ بنیں

ہم دنیاداروں کی نظر میں کمزور ہیں لیکن سب طاقتوں کے مالک خدا نے حضرت مسیح موعودؑ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ’’مَیں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں‘‘ پس جس کے ساتھ خدا ہو اس کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے

بنگلہ دیش میں جماعت پر ظلموں کی داستان لمبی ہے، فصلیں جلائی گئیں، شہید کئے گئے لیکن ان شہادتوں نے جماعت کے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کمزور نہیں کیا بلکہ بنگلہ دیش جماعت ایمان میں پہلے سے بڑھ کر ترقی کی منازل طے کرنے لگی

ہمیشہ اپنے سچے جذبوں کو، اپنے محبت کے جذبوں کو زندہ رکھیں اور انہیں کبھی مرنے نہ دیں، پیار اور محبت کے پیغام کو اپنے ملک کے کونے کونے تک پھیلا دیں

جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا MTA کے ذریعہ نہایت ایمان افروز اور ولولہ انگیز براہ راست خطاب جو 7رفروری 2010ء کو محمود ہال لندن سے ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ اکناف عالم میں دیکھا اور سنا گیا

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کا جلسہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ گزشتہ سال بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ پر مَیں نے یہاں سے Live خطاب کیا تھا جسکے بعد بے شمار بنگالی احمدیوں کے مجھے خطوط آئے کہ آپ کے براہِ راست مخاطب ہونے سے ہمیں یوں لگا جیسے آپ ہمارے درمیان مخاطب ہیں اور ہر خط لکھنے والے نے بڑے اخلاص و وفا کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بنگلہ دیش کی جماعت اخلاص و وفا اور قربانیوں میں بڑھتی چلی جانے والی جماعتوں میں سے ہے۔ اس سال کے جلسہ پر تو میرے ذہن میں نہیں تھا کہ پھر جلسہ سے براہِ راست خطاب کروں گا۔ لیکن تقریباً ایک مہینہ پہلے بنگلہ ڈیسک کے انچارج نے میرے سامنے اس بات کا اظہار کیا تو پہلے تو مَیں انکار کرنے لگا تھا۔ پھر اس جلسہ پر جوبلی جلسوں کی وجہ سے جو پروگرام بنا تھا اور بہت سے بنگالیوں نے قادیان آ کر مجھ سے ملنے کا پروگرام بنایا تھا، لیکن کسی وجہ سے قادیان کا جلسہ نہیں ہوسکا اور Cancel کرنا پڑا۔ اس لئے انکا احساس کرتے ہوئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ جلسہ سے براہِ راست مخاطب ہوں۔ اور ایک بہت بڑی تعداد جو میرے قادیان جلسہ پر نہ جانے کی وجہ سے مایوس ہوئی تھی ان کی کچھ حد تک تسلی ہو جائے۔ لیکن پھر مجھے معاً خیال آیا کہ گزشتہ سال کے براہِ راست خطاب سے بنگلہ دیش کی جماعت کے افراد مرد و زن نے جس خوشی کا اور اخلاص کا اور وفا کا اظہار کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ چاہے مختصر ہی سہی کچھ نہ کچھ ان کے سامنے کہوں۔ اور بنگالہ کی دلجوئی کرنے والوں میں مَیں بھی شامل ہو جاؤں۔ سو اس وقت مَیں نے حامی بھر لی اور مَیں امید کرتا ہوں کے جلسہ سالانہ پر شامل ہونے والے تمام احمدیوں نے جلسے کے پروگرام سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہوگا جس کا آج آخری دن ہے۔ لیکن یہ فائدہ عارضی نہیں ہونا چاہئے۔

جلسے کا فائدہ تبھی ہوتا ہے جب نیکی کی باتیں سن کر اپنے اندر اور اپنے اہل وعیال کے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کیلئے ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلسوں کے انعقاد سے یہی مقصد تھا۔ اور اسی مقصد کے حصول کیلئے آج دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ پس جو کمزور احمدی ہیں وہ بھی اپنے اندر ایک انقلاب لانے کی خاص کوشش اور جدوجہد کریں۔ اور جو جماعت کے ساتھ حقیقی وفا کا تعلق رکھتے ہوئے جماعت کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کا ایک خاص جوش اپنے اندر پاتے ہیں وہ اس جوش اور جذبے کو قائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے خدا تعالیٰ سے استقامت چاہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ شیطان کو یہ قطعاً پسند نہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے والا بن کر اللہ تعالیٰ کی جنتوں کا وارث بنے۔ اس لئے وہ کمزوروں پر بھی اور مضبوط ایمان والوں پر بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے حملہ کرتا رہتا ہے۔ بعض مرتبہ ایک مخلص ساری زندگی جماعت کے ساتھ ایک مضبوط تعلق رکھتا ہے لیکن ایک وقت میں اپنی اولاد کی خواہشات کی وجہ سے کمزوری دکھا جاتا ہے اور جماعت سے دور چلا جاتا ہے۔ پس جہاں اپنا مضبوط تعلق جماعت سے قائم کریں وہاں اپنی اولاد کی بھی اس رنگ میں تربیت کریں کہ کبھی ان کی نفسانی خواہشات انہیں جماعت سے دور لے جانے والی نہ بنیں۔

نیز ایک حقیقی مومن کا یہ بھی کام ہے کہ بجائے اپنے کمزور بھائیوں کو تخفیف کی نظر سے دیکھنے کے یا کسی قسم کے تکبر کا اظہار کرنے کے انہیں اپنے ساتھ لے کر چلیں اور دینی معاملات میں بھی ان کی تربیت کا خیال رکھیں۔ اور بغیر کسی احساسِ بڑائی کے تربیت کریں۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ (البقرہ: 149) کا بھی یہی مطلب ہے کہ جہاں نیکیوں میں خود بڑھ رہے ہوں وہاں اپنے کمزور ساتھیوں کو، نئے آنے والوں کو ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ان نیکیوں میں شامل کریں۔ اگر آپ نیکیوں کے زینوں پر چڑھ رہے ہیں اور کمزور پیچھے رہ رہے ہیں تو رُک کر ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو بھی اوپر لائیں اور جب یہ حالت جماعت میں پیدا ہو جائے تو جماعت ایک بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ بن جاتی ہے۔ ایک مضبوط چٹان بن جاتی ہے۔ ایک مضبوط دیوار بن جاتی ہے، سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہے جس سے ٹکرا کر ہر مخالف خود اپنے آپ کو تباہ کر لیتا ہے۔

پس اگر اس سوچ کے ساتھ آپ نے جماعتی نظام کو سمجھا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا عہد کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے اُسوہ کو اپنے سامنے رکھا ہے۔ اگر آپؐ کے اس ارشاد کو سامنے رکھا ہے کہ مومن ایک جسم کی مانند ہے اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو پھر پورے جسم کو تکلیف ہوتی ہے تو یقیناً آپ ایسی جماعت بن جائیں گے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دشمن لاکھ آپ کو تباہ کرنے کی کوشش کرے وہ خود تباہ و برباد ہو جائے گا۔

بنگلہ دیش کی جماعت کا ہر احمدی جانتا ہے اور اچھی طرح یہ جانتا ہے کہ مخالفین نے جماعت کو ختم کرنے کیلئے کیا کچھ نہیں کیا۔ کیا مخالفین اپنے اس عمل میں کامیاب ہو گئے؟ گزشتہ بیس پچیس سال سے مخالفت اپنے عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ اس عرصہ میں دشمن نے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا کہ احمدیت کو ختم کرے۔ جماعت کی املاک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اور نقصان پہنچایا۔ جانوں کو نقصان پہنچایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود ترقی کی منازل پر گامزن ہے اور ترقی کا قدم کبھی نہیں رکا۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم دنیاداروں کی نظر میں کمزور ہیں لیکن سب طاقتوں کے مالک خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ’’مَیں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔‘‘ (تذکرہ، الہام دسمبر 1907ء) پس جس کے ساتھ خدا تعالیٰ ہو اس کو دنیا والے کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پس اپنے خدا، اپنے مولیٰ کی آغوش میں آنے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے بننے کی کوشش کریں۔ ایسے پیارے بنیں جو اللہ تعالیٰ کی آغوش میں آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کے معیار قائم کرنے والے بنیں۔ ایسا بنیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر قربانی کیلئے تیار رہنے والے ہیں۔ اور جب تک ہم اس سوچ اور اس عمل پر مستعد رہیں گے، دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کا اس نے قرآنِ کریم میں بھی ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ (آل عمران: 151) بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔ پس جسکے ساتھ خدا ہے اس کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ بنگلہ دیش کی جماعت اس معاملے میں تجربہ کار ہے۔ دشمن کے غرور اور تکبر کو آپ نے خود ٹوٹتے دیکھا ہے۔ ہر مرتبہ جماعت کو ختم کرنے کا زعم لے کر اٹھنے والے خود اپنی ناکامیوں کا منہ دیکھنے لگ گئے۔ کیا آپ اس کے گواہ نہیں کہ براہمن بڑیہ ضلع کی اور دوسری جگہوں کی کتنی مساجد پر حکومت کے تعاون سے مُلّاں نے قبضہ کیا۔ کیا آپ اس بات کو نہیں جانتے کہ احمدیوں کو کاروباروں سے روکا گیا؟ ان کے راستے بند کئے گئے، کھانے پینے سے روکا گیا، انہیں محصور کیا گیا۔ لیکن کیا اس سے جماعت کی ترقی رُک گئی؟ آپ تو اس بات پر خوش ہیں اور ہونا چاہئے کہ آپ کا محاصرہ کر کے دشمن نے آپ کو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمنانِ اسلام کے کئے گئے اس ظالمانہ فعل سے ملانے کی کوشش کی ہے جب آپ کو شعبِ ابی طالب میں محصور کیا گیا تھا۔ آپ نے اس محاصرہ کی چاہے ہلکی سی جھلک مشاہدہ کی لیکن اُن برکات سے کچھ تو حصہ پا لیا جس کا کمال ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا اور جہاں تک نقصان کا سوال ہے خدا تعالیٰ نے ظاہری طور پر بھی ان مساجد سے محروم نہیں کیا بلکہ حکومت نے تو مُلّاں کی پشت پناہی کرتے ہوئے ہماری مساجد ان کے سپرد کر دی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ان مساجد کے قریب بہتر مساجد بنانے کی توفیق عطا فرما دی۔ اور اب حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے براہمن بڑیہ میں پرانی مسجد کے قریب جماعت کو ایک تین منزلہ نئی مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ دشمنوں نے جماعتی املاک کو نقصان پہنچایا۔ آگیں لگائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بڑھ کر نوازا۔ یہ ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ (الانفال: 41) خدا کا کام۔ اور صرف عمارتوں اور مساجد سے ہی اللہ تعالیٰ نے نہیں نوازا بلکہ باوجود ساری مخالفتوں کے، باوجود ان نامساعد حالات کے سعید فطرت لوگوں کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔

بنگلہ دیش میں جماعت پر ظلموں کی داستان لمبی ہے۔

فصلیں جلائی گئیں۔شہید کئے گئے۔اگر ان کو بیان کرنے لگوں تو کافی وقت لگ جائے گا۔اور یہ سب کچھ پاکستان کے مُلّاؤں کے تربیت یافتہ مُلّاں اور پاکستان سے آئے ہوئے مُلّاؤں کے کہنے پر ہوا۔اپنے ملک کو تو ان پاکستانی مُلّاؤں نے احمدیت کی دشمنی کر کے داؤ پر لگایا ہی ہوا ہے۔اب دنیا کے باقی مسلمان ممالک کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا چاہتے ہیں اور بنگلہ دیش بھی ان کے نزدیک آسان نشانہ ہے۔لیکن بنگلہ دیش کے میڈیا اور پڑھے لکھے لوگوں میں اتنی شرافت ہے کہ جماعت پر کئے گئے ہر ظلم پر میڈیا نے آواز اٹھائی۔اور پڑھے لکھے لوگوں نے اور ججوں تک نے بھی آواز اٹھائی اور مُلّاں کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔یہ ان کی شرافت ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔جب تک یہ شرافت قائم رہے گی اللہ تعالیٰ ملک کو شر پسندوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔مذہبی اختلاف اپنی جگہ لیکن جب انسانیت کے شرف کو ختم کیا جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کی گرفت بھی آتی ہے۔کاش پاکستان کے گونگے شرفاء بھی بنگلہ دیش کے جرأتمند شرفاء سے سبق سیکھیں۔میڈیا، بنگلہ دیش کے میڈیا سے سبق سیکھے اور اپنے ملک کی قسمت بدلنے کا ذریعہ بنیں، اس ملک کی قسمت جس کا مَیں بھی ایک فرد ہوں اور مجھے اس سے محبت ہے۔

جیسا کہ مَیں نے شہداء کا ذکر کیا ہے۔کھلنا میں ایک مسجد میں بم دھماکے کئے اور اس دھماکہ سے سات احمدی شہید ہوئے۔لیکن ان شہادتوں نے اور بعض اور انفرادی شہادتوں نے جماعت کے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کمزور نہیں کیا۔ بلکہ بنگلہ دیش جماعت ایمان میں پہلے سے بڑھ کر ترقی کی منازل طے کرنے لگی۔دشمن سمجھتا ہے کہ احمدیوں کو شہید کر کے انہیں ان کے دین سے پھیر دیں گے۔لیکن نہیں جانتے کہ احمدیوں نے جان، مال اور وقت اور عزت کو قربان کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔پس یہ قربانیاں، یہ تکلیفیں، یہ شہادتیں تو احمدیوں کے ایمان میں ترقی کا باعث بنتی ہیں۔

پس اے بنگلہ دیش کے رہنے والے احمدیو!اس سوچ کو،اس جرأت مندانہ سوچ کو، اس اخلاص و وفا سے پُر سوچ کو، خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی سوچ کو کبھی مرنے نہ دینا۔یاد رکھیں یہ قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی۔ شہیدوں کا خون نہ پہلے رائیگاں گیا، نہ اب جائے گا۔ شہیدوں کے خون کا ہر قطرہ پھول پھل لائے گا اور پھول پھل جائے گا۔یہ مخالفت کی آندھیاں ہمیشہ اونچا اڑاتی ہیں۔جماعت پہلے سے بڑھ کر ترقی کرتی ہے۔اور آج بھی انشاء اللہ کرے گی اور یہ ترقی انشاء اللہ جاری رہے گی اور ہمیشہ جاری رہے گی۔انہی لوگوں میں سے جن میں سے نکل کر آپ نے بھی اخلاص و وفا کے نمونے دکھائے ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگ دیکھیں گے کہ دشمنی کے زہر قطراتِ محبت بن کر ٹپکیں گے۔لیکن یاد رکھیں کہ انقلاب ہمیشہ قربانیاں کرنے سے آتے ہیں۔محبت اور پیار سے اپنے اہلِ وطن کو صداقت کی طرف بلاتے رہیں۔ظلم کبھی نہیں پنپتا۔محبت ہمیشہ جیتتی ہے۔صداقت کے سامنے جھوٹ خس وخاشاک کی طرح اڑ جاتا ہے۔

پس ہمیشہ اپنے سچے جذبوں کو،اپنے محبت کے جذبوں کو زندہ رکھیں اور انہیں کبھی مرنے نہ دیں۔خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر ہر قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہیں۔ پیار اور محبت کے پیغام کو اپنے ملک کے کونے کونے تک پھیلا دیں۔دعوتِ الی اللہ کے کام میں کمزوری کبھی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعوتِ الی اللہ کو سب سے اچھی بات فرمایا ہے۔دعوتِ الی اللہ کی وجہ سے مخالفین بھی سرگرم ہوں گے۔دشمنیاں بڑھیں گی۔لیکن آپ ہر سختی کا جواب نرمی سے دیں۔ ہر ظلم پر خدا تعالیٰ کے آگے جھکیں۔کیونکہ اصل طاقت تو خدا تعالیٰ ہے جو دلوں کو پھیرتا ہے۔اگر خدا تعالیٰ کا پیار ہم حاصل کرلیں گے،اس کی رضا کی خاطر اس کے دین کو پھیلانے کی کوشش کریں گے،اپنے عمل اور اپنے قول کو خدا تعالیٰ اور کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالیں گے تو دشمن ہزار زور لگالے ہماری ترقی کی رفتار کو روک نہیں سکتا۔یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور مخالفین کی پھونکوں سے نہیں بجھتا۔جیسا کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہی يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (الصّف:9) وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں۔لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی اور نہ کبھی ہوگی۔وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ (الصّف:9) اللہ تعالیٰ تو ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے۔وہ نور جو اس کی طرف سے آیا ہے اس کو انسانی کوششیں کس طرح بجھا سکتی ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’منہ کی پھونکیں کیا ہوتی ہیں؟ یہی کسی نے ٹھگ کہہ دیا۔ کسی نے دکاندار اور کافر و بے دین کہہ دیا۔غرض یہ لوگ ایسی باتوں سے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔نور اللہ کو بجھاتے بجھاتے خود ہی جل کر ذلیل ہوجاتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 428، جدید ایڈیشن)

اس زمانہ میں بھی ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ کتنے فرعونوں کو ہم نے اس زمانے میں بھی فنا ہوتے دیکھا ہے۔ وہی لوگ جو بنگلہ دیش میں احمدیت کو ختم کرنے کے درپے تھے اور دنیاوی طاقت کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہوئے اپنی فتح کے شادیانے بجاتے تھے وہ کہاں گئے وہ؟ ان لوگوں کی کرسیاں تو ختم ہوگئیں لیکن احمدیت کا قافلہ آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے رواں دواں ہے۔

پس یاد رکھیں الٰہی جماعتوں کے ساتھ مخالفتیں تو لگی ہوئی ہیں اور یہ مخالفتیں ان میں نئی روح پھونکنے کیلئے ہیں۔آئندہ بھی اگر احمدیت کے خلاف مخالفتیں شدت اختیار کریں گی تو انجام کار تباہ ہوں گی۔ہمارے مالی نقصان، ہماری شہادتیں نہ پہلے کبھی ہماری ترقی میں روک بنیں، نہ انشاء اللہ آئندہ بنیں گی۔ ہر ابتلا ایک نئی فتح کی خوشخبری لے کر آتا ہے۔

پس اپنے آپ میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے اندر جذب کریں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے اندر جذب کریں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور نورِ محمدیؐ سے ہی ہمیں ملنا ہے۔اور اس زمانہ میں نورِ محمدیؐ کا ادراک ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے کروایا ہے۔ ہمارے دلوں میں عشقِ رسولِ عربی کو قائم رکھنے کیلئے نئے نئے طریقے سکھائے ہیں۔ہمیں اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ لینے کے اصول سکھائے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول اور خدا تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی عشقِ رسول میں فنا ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے نور کے مظہر ہیں۔ پس کون ہے جو اس نور کو پھونکوں سے مٹا سکے؟

حضرت مسیح موعودؑ کو خود بھی خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ:۔’’يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ۔قُلِ اللّٰهُ حَافِظُهٗ۔عِنَايَتُ اللّٰهِ حَافِظُكَ۔مخالف لوگ ارادہ کریں گے کہ تا خدا کے نور کو بجھا دیں۔کہہ خدا اس نور کا آپ حافظ ہے۔عنایتِ الٰہیہ تیری نگہبان ہے۔‘‘(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول، صفحہ 667-668 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 4)

ہر احمدی گواہ ہے کہ ہر موقع پر مخالفتوں نے نئی نئی فتوحات کو جنم دیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے کے مطابق آپ کے مشن کو آگے بڑھنے سے دشمن روک نہیں سکا۔احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نور کو اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہی چلا جا رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پھیلاتا چلا جائے گا۔پس اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اگر ہم اس نور سے حصہ لیتے رہیں گے تو ہزار مخالفتیں بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور جماعتِ احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتیں۔پس پیار اور محبت سے اہلِ وطن کو زمانہ کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کا پیغام پہنچاتے چلے جائیں۔اس نور سے حصہ لیتے ہوئے نفرتوں کو محبت میں بدلتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آج نہیں تو کل انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پورا ہوگا۔احمدیت کے غلبہ کے نظارے دنیا دیکھے گی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کے نظارے جو آج بھی نظر آ رہے ہیں یہ پہلے سے بڑھ کر نظر آئیں گے۔اور انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں احمدیت کا یہ قافلہ آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:’’تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے۔اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی۔اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم پر تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔گالیاں سنو اور چپ رہو۔ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں اُنہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے......خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدّار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے؟ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 68)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:’’یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔وہ خود فرماتا ہے......’’کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کرے گا۔‘‘ جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کیلئے مستعد ہیں ان کیلئے ذلّت اور خواری مقدر ہے۔انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افترا ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں۔وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرأت کسی کذّاب میں ہوسکتی ہے؟ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اسکے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو۔اور یہ اُسی کا جگرا اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ یقینا منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن رُوسیاہ ہوگا۔اور دوست نہایت ہی بشاش ہوں گے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5، صفحہ 349)

پس ان فتوحات کے نظارے دیکھنے کیلئے استقامت اور صبر سے اپنے فرائض ادا کرتے چلے جائیں۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرتے چلے جائیں۔اس جلسہ کے نیک اثرات کو ہمیشہ اپنے دلوں میں قائم رکھیں۔اپنی عملی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ڈھالتے ہوئے اس پر ہمیشہ قائم رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر فتوحات کے نظارے ہم اپنی زندگیوں میں دیکھیں۔اللہ تعالیٰ سب شاملینِ جلسہ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور خیریت سے انہیں اپنے گھروں کو واپس لے جائے اور ہمیشہ اپنی تائید و نصرت کے نظارے دکھاتا رہے۔اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 18/فروری 2011)

......☆......☆......☆......

تحریک جدید کی مالی قربانی میں حصّہ لینے والوں کیلئے حضور پُرنور کی دعائیں

وکالت مال تحریک جدید کی طرف سے وعدہ ووصولی چندہ تحریک جدید کی سالانہ رپورٹ 2019-2020ء سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں پیش ہونے پر پیارے آقا نے جملہ چندہ دہندگان کو درج ذیل دعاؤں سے نوازا ہے:

’’اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو مالی قربانی میں بڑھاتا چلا جائے، انہیں اپنے نیکی وتقویٰ اور فرض عبادات کے معیار بلند کرنے کی توفیق بخشے اور دین ودنیا کی بہترین سعادتوں سے نوازے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو،خلیفہ وقت کی توقعات کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے والا بنائے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلاتا رہے۔آمین۔‘‘

اسی طرح حضور انور کی طرف سے عطا کردہ نیا ٹارگیٹ برائے سال 2020-2021 کو پورا کرنے کی توفیق ملنے کیلئے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں بغرض دعا مکتوب بھجوانے پر پیارے حضور انور درج ذیل دعاؤں سے نوازا۔

’’اللہ تعالیٰ مخلصین جماعت کو اپنے وعدوں سے بڑھ کر مالی قربانی کرنے کی توفیق عطا کرے، نیک واعلیٰ مقاصد میں کامیابی وکامرانی سے نوازے اور آپ سب کی تائید ونصرت فرماتا چلا جائے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خلافت احمدیہ کے حقیقی جاں نثاروں میں شمار فرمائے اور مقبول خدمت دین کی اور تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔آمین‘‘

اللہ تعالیٰ جملہ مخلصین جماعت ہائے احمدیہ بھارت کو پیارے آقا کی نیک توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت معوّذ بن حارثؓ اور حضرت اُبیّ بن کعبؓ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 16 ر اکتوبر 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت مُعوّذ بن حارثؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت معوذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ کے والد کا نام حارث بن رِفاعہ اور والدہ کا نام عَفراء بنت عبید تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ آپ ستر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔

سوال جنگ بدر کے دن ابوجہل کا کیا حال ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کہ کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابنِ مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی۔ ابوجہل کہنے لگا کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو قتل کیا ہے؟ پھر حضرت عبداللہؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔

سوال ابوجہل نے مرتے وقت کس خواہش کا اظہار کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عبداللہ نے ابوجہل سے پوچھا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے؟ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو۔ انہوں نے کہا میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا۔

سوال حضور انور نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اُبَیؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو معاویہ سے تھے۔ آپ کے والد کا نام کَعُب بن قیس اور والدہ کا نام صُھَیلَہ بنتِ اَسْوَد تھا۔ آنحضرتؐ نے آپ کی کنیت ابومُنذِر رکھی تھی۔ دوسری کنیت حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کی وجہ سے ابوطفیل رکھی تھی۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ آپکو آنحضرتؐ پر نازل ہونے والی وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سوال حضور انور حضرت اُبیؓ کا کیا حلیہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اُبیؓ متوسط قامت یعنی درمیانے قد کے تھے۔ آپ کے سر اور داڑھی کا رنگ سفید تھا۔ بالوں کو یا داڑھی کو رنگ نہیں لگاتے تھے۔

سوال حضرت اُبیّ بن کعبؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا حکم دیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو حکم دیا کہ وہ اُبیؓ کو قرآن پڑھ کر سنائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اُبَیؓ کو فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں سورۃ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا میرا نام لیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ یہ سن کر رو پڑے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو حضرت اُبیّ بن کعب سے کیا سیکھنے کی تلقین فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے فرمایا میری امّت کے سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ قُرّائے امّت ہیں یعنی اگر کسی نے قرآن سیکھنا ہو تو ان سے سیکھے۔

سوال آنحضرتؐ کے کاتب وحی کتنے اور کون سے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کاتبوں کو قرآن کریم لکھواتے تھے وہ پندرہ نام تاریخ سے ثابت ہیں۔ زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سَرحؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعید بن العاصؓ، ابان بن سعید العاصؓ، حنظلہ بن الرَّبِیع الاُسَدِیؓ، مُعَیقِیب بن اَبِی فاطمہؓ، عبداللہ بن اَرقَم الزُّہریؓ، شُرَحبِیل بن حَسَنہؓ، عبد اللہ بن رَوَاحہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کن چار صحابہؓ کو قرآن کریم پڑھانے کے لیے اُستاد مقرر فرمایا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ (مِنْ) عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ۔ جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ۔ یہ چار وہ ہیں جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہؐ سے سیکھا۔

سوال حضرت عمرؓ کے نزدیک حضرت اُبیٔ بن کعب کا کیا مقام و مرتبہ تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے منبر پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا کہ مَنْ اَرَادَ الْقُرْآنَ فَلْیَاْتِ اُبَیًّا۔ یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ اُبَیؓ کے پاس آئے۔

سوال کن چار اشخاص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں سارا قرآن کریم حفظ کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: چار اشخاص نے نبیؐ کے زمانے میں سارا قرآن حفظ کیا تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوزیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابیٔ بن کعبؓ، اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے کیا خواص بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امّت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکرؓ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ کامل حضرت عثمانؓ ہیں۔ اور حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں اور قراءت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہیں اور ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ ہیں۔

سوال حضرت اُبیٔؓ نے قرآن مجید کی کتابت میں کیا طریق رائج کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اُبیٔ جب قرآن مجید کی کتابت کرتے تو آخر میں اپنا نام بھی لکھ دیتے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ حصہ انہوں نے لکھا ہے۔ بعد میں قرآن مجید کی کتابت میں یہ طریق رائج ہو گیا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حضرت اُبیٔ بن کعب کا کیا مقام تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت اُبیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہؐ کے دہنِ مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اُبیٔ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے روکتا تھا لیکن حضرت اُبَیؓ بے جھجک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کتنی قرأتوں میں پڑھنے کی اجازت دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے حضرت اُبیٔ سے فرمایا کہ اے اُبَیؓ مجھے پیغام بھجوایا گیا کہ مَیں قرآن کو ایک قرأت میں پڑھوں۔ مَیں نے اس کا جواب دیا کہ میری امت کیلئے آسانی پیدا کر دے۔ چنانچہ اس نے مجھے دوسری مرتبہ یہ جواب دیا کہ مَیں اسے یعنی قرآن کو دو قراءتوں میں پڑھوں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ میری امت کیلئے آسانی فرما دے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ مجھے جواب دیا کہ اسے سات قرأتوں پر پڑھ لو۔

سوال قرآن مجید کی قرأت کے متعلق ہر سوال کے بدلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا حق دیا گیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ ہر قراءت کے بدلے ایک دعا کا حق دیا گیا ہے جو تُو مجھ سے مانگ سکتا ہے تب مَیں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امّت کو بخش دے اور تیسری دعا مَیں نے اس دن کیلئے چھوڑ رکھی ہے جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی۔

سوال قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اُبَیّ بِن کعبؓ سے پوچھا کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ قرآن کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت اُبَیؓ نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت اُبیٔ نے عرض کیا کہ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ۔

سوال حج کتنی قسم کا ہوتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: تین قسم کے حج ہوتے ہیں۔ حجِ تمتُّع وہ ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کے مکے پہنچتے ہیں اور پہلے عمرہ کرتے ہیں پھر احرام کھول دیتے ہیں پھر آٹھویں ذوالحجہ کو نیا احرام باندھتے ہیں پھر حج کرتے ہیں یہ حج تمتع ہے اور عام جو حج ہے وہ حج مفرد ہے اور قِرَان جو ہے وہ یہی ہے کہ عمرہ اور حج ایک ہی احرام میں ہو جاتا ہے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں کتنے قاضی تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں چھ قاضی تھے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔ ☆☆

دسویں شرط بیعت میں 'طاعت در معروف' کی قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں لطیف تشریح

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26 ر ستمبر 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضور انور نے سورۃ الممتحنہ کی آیت یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الۡمُؤۡمِنٰتُ یُبَایِعۡنَکَ عَلٰۤی اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ بِاللّٰہِ شَیۡئًا وَّلَا یَسۡرِقۡنَ وَلَا یَزۡنِیۡنَ وَلَا یَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَہُنَّ وَلَا یَاۡتِیۡنَ بِبُہۡتَانٍ یَّفۡتَرِیۡنَہٗ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِنَّ وَاَرۡجُلِہِنَّ وَلَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَایِعۡہُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُنَّ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (الممتحنہ:13) تلاوت فرمائی۔

سوال اس آیت میں مومن عورتوں سے کیا عہد لیا گیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس آیت میں عورتوں سے اس بات پر عہد بیعت لینے کی تاکید ہے کہ شرک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اولاد کو قتل نہیں کریں گی اولاد کی تربیت کا خیال رکھیں گی، جھوٹا الزام کسی پر نہیں لگائیں گی اور معروف امور میں نافرمانی نہیں کریں گی۔

سوال حضور انور نے معروف حکم کے کیا معنے بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: واضح ہو کہ نبی کبھی ایسے احکامات دے ہی نہیں سکتا جو غیر معروف ہوں۔ نبی جو کہے گا معروف ہی کہے گا۔ اسکے علاوہ سوال ہی نہیں کہ کچھ کہے۔ اس لئے قرآن شریف میں کئی مقامات پر یہ حکم ہے کہ اللہ اور رسول کے حکموں کی اطاعت کرنی ہے، انہیں بجا لانا ہے۔ نبی کبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف، شریعت کے احکامات کے خلاف کر ہی نہیں سکتا۔ تمہارے لئے اب کوئی غیر معروف حکم ہے ہی نہیں۔ جو بھی حکم ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے طاعت در معروف کے کیا معنے بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں: ’’ایک اور غلطی ہے وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریمؐ کیلئے بھی آیا ہے وَلَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہؐ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنا لی ہے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے۔ اس میں ایک سرّ ہے۔ میں تم میں سے کسی پر ہرگز بدظن نہیں۔ میں نے اس لئے ان باتوں کو کھولا تا تم میں سے کسی کو اندر ہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ کی کیا تفسیر بیان فرمائی ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: یہ نبی ان باتوں کیلئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے۔ اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے۔ اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں۔ اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس

نور کی پیروی کریں گے جو اسکے ساتھ اتارا گیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔

سوال عصمتِ صغریٰ اور عصمتِ کُبریٰ سے کیا مُراد ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انبیاء کو عِصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عِصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کیلئے تباہی کا موجب ہو۔ ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور اسکے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہوگی خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو ان کی ہوگی۔

سوال حضور انور نے طاعت درمعروف کے متعلق دوسری آیت کون سی تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پھر قرآن شریف میں آتا ہے وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ اَمَرۡتَہُمۡ لَیَخۡرُجُنَّ۔ قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا طَاعَۃٌ مَّعۡرُوۡفَۃٌ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ النور: 54) اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تُو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق (معروف طریق کے مطابق) اطاعت (کرو) یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے متعلق کس بات کا حلفاً اقرار کیا تھا؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: میں حلفاً کہتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہوجاتے ہیں۔

سوال حضور انور نے سر ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ کا اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کا کیا واقعہ سنایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ کو شرک سے نفرت تھی۔ آپ کے بچے اکثر وفات پا جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا ایک بچہ بیمار ہوا۔ بچے کا علاج کیا گیا۔ ایک آدمی تعویذ دے گیا۔ اور ایک عورت نے یہ تعویذ بچے کے گلے میں ڈالنا چاہا۔ لیکن بچے کی والدہ نے تعویذ چھین کر چولہے کی آگ میں پھینک دیا اور کہا کہ میرا بھروسہ اپنے خالق و مالک پر ہے۔ پھر وہ بچہ وفات بھی پا گیا لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی یا اللہ! تُو نے ہی دیا تھا اور تُو نے ہی لے لیا۔ مَیں تیری رضا پر شاکر ہوں۔

سوال حضور انور نے افریقہ کے ایک شخص کے برائیوں سے بچنے کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک مربی صاحب نے مجھے بتایا۔ گھانا میں ایک شخص احمدی ہوا جس میں تمام قسم کی برائیاں پائی جاتی تھیں۔ عورتوں سے دوستی تھی لیکن جب احمدیت قبول کی تو سب کو کہہ دیا کہ کسی غلط کام کیلئے کوئی میرے پاس نہ آئے۔ لیکن ایک عورت اس کا پیچھا چھوڑتی تھی۔ اس نے اس پر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ اسے دور سے دیکھتا تھا تو کنڈی لگا کر فوراً نفل پڑھنا شروع کر دیتا یا قرآن شریف کی تلاوت کرنی شروع کر دیتا تھا، اس طرح اس نے اپنے آپ کو محفوظ کیا۔

سوال حضور انور نے افراد جماعت کے پاک تبدیلیوں کے کیا ایمان افروز واقعات سنائے؟

جواب حضور انور نے گھانا کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ خود میرے تجربے میں آئی کہ ایک شخص لمبا سفر کر کے آیا، رات کو لیٹ پہنچے، بارہ بجے کے قریب سونے کا موقع ملا۔ رات کو جب آنکھ کھلی دیکھا کہ ڈیڑھ دو بجے کا وقت ہوگا۔ مسجد میں سجدہ ریز ہیں۔ حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر کے اپنے شہر واپس گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی سابقہ لغو عادات کو چھوڑ دیا ہے اور نماز تہجد باقاعدہ شروع کر دی ہے۔

سوال حضور انور نے مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں رمضان کا نقشہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رمضان میں صبح دو بجے سے چوک احمدیہ میں چہل پہل ہوجاتی۔ مسجد مبارک میں تہجد کی نماز ہوتی، سحری کھائی جاتی اور اوّل وقت صبح کی نماز ہوتی۔ تلاوت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کیلئے تشریف لے جاتے۔ ایک بجے سے پہلے نماز ظہر ختم ہوجاتی۔ نماز عصر بھی اول وقت میں پڑھی جاتی۔ بس عصر اور مغرب کے درمیان فرصت کا وقت ہوتا۔ آٹھ ساڑھے آٹھ بجے نماز عشاء ختم ہوجاتی اور ایسا ہُو کا عالم ہوتا کہ گویا کوئی آباد نہیں مگر دو بجے رات سب بیدار ہوتے۔

سوال حضور انور نے حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کے ذوق عبادت کا کیا حال بیان فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز کے عاشق تھے۔ باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد میں جانے والے۔ جب بیمار ہوئے تو اذان کی آواز کو ہی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کھڑا کر دیتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ حامد علی صاحب کے نمازوں کے التزام کی کیا گواہی دی؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: حِبی فی اللہ شیخ حامد علی۔ یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور مَیں یقینا جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔ جہاں تک سمجھ ہے اتباع سنت اور رعایت تقویٰ میں مصروف ہے۔ مَیں نے اسکو دیکھا ہے کہ التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ بیہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے کسی انسان کی خدا ترسی کا کیا معیار بیان فرمایا ہے؟

جواب حضور علیہ السلام نے فرمایا: مَیں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کیلئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔

سوال حضور انور نے حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ کے ذوق عبادت کا کیا نقشہ کھینچا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری طبیعت پر بچپن سے یہ اثر تھا کہ والد صاحب نماز بہت پابندی کے ساتھ اور سنوار کر ادا فرمایا کرتے تھے اور تہجد کا التزام رکھتے تھے۔ بیعت کر لینے کے بعد فجر کی نماز کبوتراں والی مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ مسجد ہمارے مکان سے فاصلے پر تھی اس لئے والد صاحب گھر سے بہت اندھیرے ہی روانہ ہوجایا کرتے تھے۔

......☆......☆......☆......

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10180: مَیں اسنا مہک بنت مکرم عاشق تھوٹن صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 16 سال پیدائشی احمدی، ساکن آشواس ڈاکخانہ کاٹالائی ضلع کنور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 3/اکتوبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ سالانہ -/2400 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: فضل احمد | الامۃ: اسنا مہک | گواہ: عاشق تھوٹن

مسل نمبر 10181: مَیں تھالیہ تحسین بنت مکرم ایم ای نشاط صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 17 سال پیدائشی احمدی، ساکن نادوویلاکم ڈاکخانہ کڈلالی ضلع کنور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 3/اکتوبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عاشق شادن | الامۃ: تھالیہ تحسین | گواہ: ایم سی نشاط

مسل نمبر 10182: مَیں عفت بنت مکرم اے۔ ایم فیروز خان صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 18 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: نمبر 3 ستیہ نراینانگر (فرسٹ کراس اسٹریٹ) ڈاکخانہ پوڈانور ضلع کوئمبٹور صوبہ کیرالہ، مستقل پتا: نمبر 34 شری دیوی نگر ڈاکخانہ کندم پالم (PNT روڈ، سیکنڈ فیس) ضلع کوئمبٹور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1/ستمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 12 گرام 22 کیریٹ، بینک بیلنس 20 ہزار روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: اے ایم ذاکر حسین | الامۃ: عفت۔ ایف | گواہ: اے۔ ایم فیروز خان

مسل نمبر 10183: مَیں Diyaana بنت مکرم اے ایم ذاکر حسین صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 18 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: 25/4 روسز (ساؤتھ انکلواکس ٹنشن) شیوارام نگر (سونگم) ضلع کوئمبٹور صوبہ کیرالہ، مستقل پتا: نمبر 34 شری دیوی نگر (PNT روڈ، سیکنڈ فیس) کاؤنڈام پالم ضلع کوئمبٹور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11/ستمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 12 گرام 22 کیریٹ، بینک بیلنس 20 ہزار روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: اے ایم ذاکر حسین | الامۃ: Diyaana.Z | گواہ: اے ایم فیروز خان

مسل نمبر 10184: مَیں فرزندہ بیگم زوجہ مکرم قدیر احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 49 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ دارالبرکات ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/ستمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: لقمان احمد | الامۃ: فرزندہ بیگم | گواہ: حارث احمد

مسل نمبر 10185: مَیں شاہ انداز ابن مکرم محمد امین صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 28 سال پیدائشی احمدی، ساکن کوریل ڈاکخانہ آسنور (ڈی ایچ پورہ) ضلع کولگام صوبہ کشمیر، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 23/نومبر 2018 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: بلال احمد ڈار | العبد: شاہ انداز ابن محمد امین نائک | گواہ: حمید اللہ حسن

اعلان نکاح

مکرمہ سائرہ احمدی صاحبہ بنت مکرم بہاؤالدین احمد خان صاحب ساکن حیدرآباد کا نکاح مکرم شجر احمد صاحب ابن مکرم محمد عمر استاد تیماپوری صاحب ساکن گلبرگہ کے ساتھ پچاس ہزار روپئے (-/50,000) حق مہر پر مکرم مولانا تنویر احمد خادم صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ قادیان نے مسجد مبارک قادیان میں پڑھایا۔ اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت ہونے اور دونوں خاندانوں کیلئے مثمر بثمرات حسنہ ہونے کیلئے قارئین بدر سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

(شیخ مجاہد احمد شاستری، مینیجر اخبار بدر قادیان)

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 69 Thursday 3 - December - 2020 Issue. 49

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 27؍نومبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج حضرت علی بن ابو طالب کا ذکر کروں گا۔ ان کے والد کا نام عبد مناف تھا جن کی کنیت ابوطالب تھی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپ بعثت نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیے کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ آپ کا قد درمیانہ تھا آنکھیں سیاہ تھیں جسم فربہ تھا کندھے چوڑے تھے۔ حضرت علی کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں ان کے بھائی طالب، عقیل، جعفر اور بہنیں ام ہانی اور ام جمانہ۔ ان میں طالب اور جمانہ کے علاوہ باقی سب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت علی کی کنیت ابوالحسن، ابوسبطین اور ابوتراب تھی۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر آئے تو حضرت علی کو گھر میں نہ پایا۔ آپ نے پوچھا تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ نے کہا میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہوگئی تھی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور قیلولہ بھی میرے پاس نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے کہا دیکھو وہ کہاں ہیں۔ وہ آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں چلے گئے اور حضرت علی وہاں لیٹے ہوئے تھے ان کے پہلو سے ان کی چادر ہٹی ہوئی تھی اور کچھ مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی پونچھی اور فرمایا اٹھو اَے ابوتراب اٹھو اَے ابوتراب۔ اس وقت سے ابوتراب ان کی کنیت پڑ گئی اور اس نام سے وہ پکارے جانے لگے۔

حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں کس طرح آئے اس بارے میں بیان ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس سے جو بنو ہاشم میں زیادہ خوشحال تھے فرمایا کہ اَے عباس آپ کا بھائی ابوطالب کثیر العیال ہے۔ قحط کی وجہ سے لوگوں کی جو حالت ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ ہم ان کی عیال داری میں کچھ کمی کر دیں۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک میں لے لیتا ہوں ایک آپ لے لیں۔ حضرت عباس نے کہا ٹھیک ہے۔ دونوں حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی عیال داری میں کچھ تخفیف کر دیں یہاں تک کہ لوگوں کی وہ حالت جاتی رہے جس میں وہ اس وقت مبتلا ہیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو اس کے علاوہ جو مرضی کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباس نے جعفر کو لیا اور اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نبی مبعوث فرما دیا پھر حضرت علی نے آپ کی پیروی اختیار کی اور آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی اور حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضور انور نے فرمایا یہ واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یوں بیان فرمایا ہے کہ ابو طالب ایک بہت باعزت آدمی تھے مگر غریب تھے اور بڑی تنگی سے ان کا گذارہ چلتا تھا۔ خصوصاً ان ایام میں جب کہ مکہ میں ایک قحط کی صورت تھی ان کے دن بہت ہی تکلیف میں کٹتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے دوسرے چچا عباس سے ایک دن فرمانے لگے کہ چچا آپ کے بھائی ابوطالب کی معیشت تنگ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے جائیں اور ایک کو میں لے آؤں۔ عباس نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر دونوں مل کر ابوطالب کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ درخواست پیش کی۔ ان کو اپنی اولاد میں عقیل سے بہت محبت تھی۔ کہنے لگے عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس اپنے گھر لے آئے اور علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت قریباً چھ سات سال کی تھی۔ اس کے بعد حضرت علی ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کے قبول ایمان کے متعلق فرماتے ہیں: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں خدا تعالیٰ کی وحی کے متعلق باتیں ہوئیں تو زید بن حارث غلام جو آپؐ کے گھر میں رہتا تھا آگے بڑھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت علی جن کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی اور وہ ابھی بالکل بچہ ہی تھے اور وہ دروازہ کے ساتھ کھڑے ہو کر اس گفتگو کو سن رہے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کے درمیان ہو رہی تھی جب انہوں نے یہ سنا کہ خدا کا پیغام آیا ہے تو وہ علی جو ایک ہونہار اور ہوشیار بچہ تھا وہ علی جس کے اندر نیکی تھی وہ علی جس کے نیکی کے جذبات جوش مارتے رہتے تھے مگر نشو ونما نہ پا سکے تھے وہ علی جس کے احساسات بہت بلند تھے مگر ابھی تک سینے کے اندر دبے ہوئے تھے اور وہ علی جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا مادہ ودیعت کیا تھا مگر ابھی تک اسے کوئی موقع نہ مل سکا تھا اس نے جب دیکھا کہ اب میرے جذبات کے ابھرنے کا وقت آ گیا ہے اس نے جب دیکھا کہ اب میرے احساسات کے نشو ونما کا موقع آ گیا ہے اس نے جب دیکھا کہ اب خدا مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے تو وہ بچہ سا علی اپنے درد سے معمور سینے کے ساتھ لجاتا اور شرماتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس بات پر میری چچی ایمان لائی ہے اور جس بات پر زید ایمان لایا ہے اس پر میں بھی ایمان لاتا ہوں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس طرف سے ابوطالب کا گزر ہوا۔ ابوطالب کو ابھی تک اسلام کی کوئی خبر نہ تھی اس لیے وہ کھڑے ہو کر نہایت حیرت سے یہ نظارہ دیکھتے رہے۔ جب آپؐ نماز ختم کر چکے تو انہوں نے پوچھا بھتیجے یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا یہ دین الٰہی اور دین ابراہیم ہے اور آپ نے ابوطالب کو مختصر طور پر اسلام کی دعوت دی لیکن ابوطالب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا مگر ساتھ ہی اپنے بیٹے حضرت علی کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔ ہاں بیٹا تم بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو اور اس میں بنو عبد المطلب کو بلاؤ تا کہ اس ذریعہ سے ان تک پیغام حق پہنچایا جاوے چنانچہ حضرت علی نے دعوت کا انتظام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب قریبی رشتہ داروں کو جو اس وقت کم وبیش چالیس نفوس تھے اس دعوت میں بلایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو آپ نے کچھ تقریر شروع کرنی چاہی مگر بد بخت ابولہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ یہ موقع تو جاتا رہا اب پھر دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ آپ کے رشتہ دار پھر جمع ہوئے اور آپ نے انہیں یوں مخاطب کیا کہ اَے بنو عبد المطلب دیکھو میں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو تو تم دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے وارث بنو گے۔ اب بتاؤ اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا؟ سب خاموش تھے ہر طرف مجلس میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت ایک طرف سے ایک تیرہ سال کا دبلا پتلا بچہ جس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا اٹھا اور یوں گویا ہوا۔ گو میں سب میں کمزور ہوں اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ حضرت علی کی آواز تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے یہ الفاظ سنے تو آپ نے رشتہ داروں کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر تم جانو تو اس بچے کی بات سنو اور اسے مانو۔ حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور ابو لہب اپنے بڑے بھائی ابو طالب سے کہنے لگا لو اب محمد تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی اختیار کرو اور پھر یہ لوگ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری پر ہنسی اڑاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

حضرت علی کی قربانی کا واقعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت حضرت علی نے دی اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو یہ عظیم الشان قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کیلئے رات کے وقت اپنے گھر سے نکلنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ تا کہ کفار اگر جھانک کر دیکھیں تو انہیں یہ دکھائی دیتا رہے کہ کوئی شخص بستر پر سو رہا ہے اور وہ تعاقب کیلئے ادھر ادھر نہ نکلیں۔ اس وقت حضرت علی نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ مکان کے ارد گرد تو قریش کے چنیدہ نوجوان ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے ہیں۔ اگر صبح کو انہیں معلوم ہوا کہ آپ کہیں باہر تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر دیں گے بلکہ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی۔ جب صبح ہوئی اور قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علی آپ کے بستر سے اٹھے ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر دانت پیس کر رہ گئے اور انہوں نے حضرت علی کو پکڑ کر مارا پیٹا مگر اس سے کیا بن سکتا تھا۔ خدائی نوشتے پورے ہو چکے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ مکہ سے باہر جا چکے تھے۔ اس وقت حضرت علی کو کیا معلوم تھا کہ مجھے اس ایمان کے بدلے میں کیا ملنے والا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس قربانی کے بدلے میں صرف حضرت علی ہی عزت نہیں پائیں گے بلکہ حضرت علی کی اولاد بھی عزت پائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی پر پہلا فضل تو یہ کیا کہ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بخشا۔ دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کے لئے اتنی محبت پیدا کی کہ آپ نے بارہا ان کی تعریف فرمائی۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے مکرم ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید پاکستان، مکرم جمال الدین محمود صاحب آف سیرالیون، مکرمہ امتہ السلام صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری صلاح الدین صاحب مرحوم ربوہ، مکرم منصور بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کا ذکر خیر فرمایا اور نماز کے بعد تمام مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad